ابنِ صفی

جلد نمبر
13

# جاسوسی دنیا

39- اندھیرے کا شہنشاہ

40- پُراسرار وصیت

41- موت کی چٹان

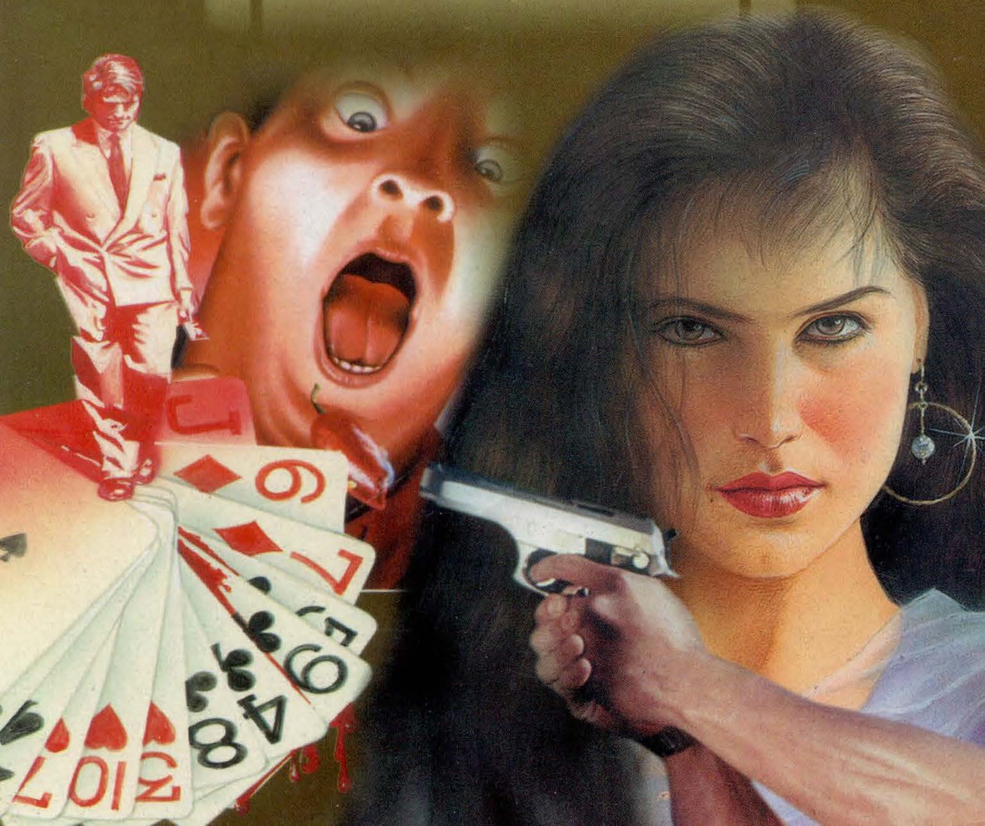

# جاسوسی دنیا

## جلد نمبر 13

| | |
|---|---|
| 39 | اندھیرے کا شہنشاہ |
| 40 | پراسرار وصیت |
| 41 | موت کی چٹان |

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر ..........خالد سلطان

پرنٹر ............ ہاشم انٹر پرائزز

سیل ڈپو : عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 39

# اندھیرے کا شہنشاہ

(مکمل ناول)

# پیش رس

"اندھیرے کا شہنشاہ" سنسنی، تحیر اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی لڑائیوں کا طوفان لے کر ابھرتا ہے، اس میں ایک بہت بڑا مجرم ہے، ایک قبیلے کا مذہبی پیشوا اور وہ بھی ایک غیر ملکی سرزمین سے تعلق رکھنے والا.... اور سونے پر سہاگہ یہ کہ وہ اندھا ہے مگر چار آنکھوں والوں کے کان کترتا ہے۔ اس کی بے پناہ طاقتیں فریدی کو بھی مبہوت کر دیتی ہیں۔ اسی کہانی میں حمید کا نیا شغل بھی دیکھئے۔

لوگ کتے پالتے ہیں، کبوتر اور طوطے پالتے ہیں، حمید بکرا پالتا ہے اور آپ یقین کیجئے یہ "برخوردار بغرا خاں" حمید کی سابقہ محبوبہ "چوہیا" سے کم قیامت خیز نہیں ہیں۔ قاسم بھی ہے مگر اس کی حماقتیں ذرا دبی ہوئی ہیں۔ وہ دراصل آئندہ خاص نمبر کا منتظر ہے۔ جہاں طوفان اس کے منتظر ہیں اور طوفان کا اسے مذاق اڑانا ہے۔

ابن صفی

# دو لاشیں

اگر یہ واقعہ روز روشن میں پیش آیا ہوتا تو لوگ نہ صرف حیرت سے چیختے بلکہ کئی تو رولس رائیس کار کے پیچھے دوڑنے بھی لگتے۔

لیکن اس وقت رات بھی تھی اور شاید دو بجے ہوں گے۔ شہر کی سب سے بارونق سڑک بالکل ویران تھی اور ایک اندھا فقیر فٹ پاتھ پر ایک عمارت کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ دفعتاً ایک رولس رائس کار اس کے قریب ہی آکر رک گئی۔ اندھا چونک پڑا۔ چار آدمی بہ آہستگی کار سے اترے۔ وہ دبے قدموں اندھے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لیکن اندھا بھی اب بیٹھا نہیں رہا تھا۔ اس حال میں دیکھنے والے اسے اندھا نہیں سمجھ سکتے تھے۔ وہ نہ صرف کھڑا ہو گیا تھا بلکہ اس پوزیشن میں تھا جیسے اسے کسی کے حملے کا انتظار ہو۔ چار آدمیوں میں سے ایک نے لوہے کی موٹی سی سلاخ نکالی۔ جیسے ہی وہ چاروں اس کے قریب پہنچے اندھا جھکائی دے کر ان کے نرغے سے نکل گیا۔ لیکن پھر! اس کے سر پر لوہے کی سلاخ پڑی اور وہ سنبھلنے کی کوشش کرتا ہوا اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ چاروں عقاب کی طرح اس پر جھپٹے۔ اندھے نے چیخنا چاہا مگر اس کا منہ دبا دیا گیا۔

پھر وہ کار سنسان سڑکوں پر تیزی سے دوڑنے لگی۔ کار کے اندر اب بھی جدوجہد جاری

تھی۔انہوں نے اندھے کو کسی نہ کسی طرح کار میں ٹھونس تو دیا تھا لیکن اب وہ ان کے بس سے باہر ہوا جا رہا تھا۔

اندھے کا چہرہ سر سے بہے ہوئے خون کی وجہ سے حد درجہ خوفناک نظر آنے لگا تھا اور وہ زخمی درندے کی طرح انہیں جھکولے دے رہا تھا۔ ساتھ ہی اس پر گھونسوں اور تھپڑوں کی بارش بھی ہو رہی تھی۔

ان میں سے ایک جو کار ڈرائیو کر رہا تھا شاید اچھی حالت میں تھا ورنہ بقیہ تین تو خود بھی بھوت بن گئے تھے۔ ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ کسی کا کان زخمی تھا اور کسی کے چہرے پر خون کی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔ ایک آدمی کی ناک سے متواتر خون بہہ رہا تھا۔

''کاش میں اس کا گلا گھونٹ سکتا۔'' ایک آدمی ہانپتا ہوا بولا۔

''شش....شا....!'' انہوں نے جواب میں ایک ہذیانی قہقہہ سنا۔ اندھا بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔

''تم .... مجھے ختم نہیں کر سکتے۔ مجھے مارنے کے لئے فولاد کا جگر چاہئے۔'' اندھا چیخا۔ جواب میں اس کے منہ پر ایک گھونسہ پڑا۔

چاروں کو حیرت تھی کہ اندھا ابھی تک ہوش میں ہے۔ نہ صرف ہوش میں ہے بلکہ ابھی اس میں مقابلے کی قوت بھی باقی ہے۔ جب وہ اس مہم پر روانہ کئے گئے تھے تو ان کے فرشتوں کو بھی اس کی توقع نہیں تھی کہ وہ اندھا دس آنکھ والوں پر بھی بھاری ہوگا۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ اسے ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لائیں گے۔ اس کام کے لئے انہیں ایک بھاری رقم ملی تھی۔ لیکن اب وہ سوچ رہے تھے کہ اس کام کے لئے وہ بھاری رقم بھی کم تھی۔

آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ اب کار شہر کی گھنی آبادی سے نکل کر چیتھم روڈ پر آ گئی تھی۔ یہاں سڑک کے دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹی بڑی عمارتوں کے سلسلے تھے۔ آگے چل کر کار مشرق کی سمت ایک کچے راستے پر مڑ گئی۔ پھر وہ ایک فرلانگ تک آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی بالآخر رک گئی۔ اس اجاڑ میدان میں صرف ایک ہی عمارت تھی اور اندھیرے میں اس کا پھیلاؤ کسی قدر خوف انگیز بھی معلوم ہو رہا تھا۔

چاروں نے اندھے کو بڑی بے دردی سے کھینچ کر نیچے اتارا۔ وہ اب بھی ہوش میں تھا لیکن اس نے گلو خلاصی کے لئے جدوجہد نہیں کی۔ ویسے ان میں سے ایک نے احتیاطاً اب بھی اس کا منہ دبا رکھا تھا۔

وہ اسے عمارت کے اندر لائے۔ ان کے داخل ہوتے ہی پے در پے کئی کمروں میں روشنی ہوتی گئی۔ آخر وہ ایک بڑے کمرے میں آئے جہاں ایک آدمی شاید ان کا منتظر تھا۔ اندھے کو ان کے ساتھ دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک تسکین آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بدنمائی کی حد تک چوڑے شانے اور کوتاہ گردن رکھتا تھا۔ سر بڑا اور اسی کی مناسبت سے چہرہ بھرا ہوا تھا۔ ناک طوطے کی چونچ سے بہت مشابہ تھی۔

چاروں اندھے کے گرد کھڑے تھے اور ان کے سامنے پانچواں آدمی خاموش کھڑا اندھے کو گھور رہا تھا۔

"مسٹر.... عدنان....!" ان میں سے ایک نے کھنکار کر کچھ کہنا چاہا لیکن سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔

"آں...." اچانک اندھا چونک کر بڑبڑایا۔ "مسٹر عدنان....!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ عدنان اس آدمی کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ جس نے اس کا نام لیا تھا۔

"کیا تم لوگوں کو موت کے فرشتے نے سونگھ لیا ہے۔" اندھا گرج کر بولا۔ "اگر یہ واقعی عدنان ہے تو مجھے اس ملاقات پر افسوس نہ ہوگا۔"

"شاید تم.... خوش ہونے کیلئے زندہ نہ رہو۔" عدنان ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"اپنے ذہن کی آنکھیں کھولو....!" اندھا ہنس کر بولا۔ "اور تصور کرو کہ تمہاری لاش ایک چٹیل میدان میں پڑی ہے اور اس پر گدھ منڈلا رہے ہیں۔"

"اندھے بکواس مت کرو.... مجھے نور جہاں کی ضرورت ہے۔" عدنان نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم جانتے ہو کہ میں افریقہ میں اندھیرے کے شہنشاہ کے نام سے مشہور تھا۔" اندھے

نے کہا۔

''تمہارے دن پورے ہو گئے۔'' عدنان نے کہا اور میز سے چمڑے کا ہنٹر اٹھالیا۔ چند لمحے اندھے کو گھورتا رہا پھر بولا۔'' مجھے تمہارے بڑھاپے پر رحم آتا ہے۔''

جواب میں اندھے نے قہقہہ لگایا اور پھر طنزیہ لہجے میں بولا۔''تمہارے آدمی پہلے ہی مجھ پر کافی رحم کر چکے ہیں اور اب تم بھی کچھ کر کے دیکھ لو۔ لیکن اتنا ضرور سوچ لینا کہ آخر مجھے بھکاریوں کی طرح فٹ پاتھ پر بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی۔''

عدنان کا اٹھا ہوا ہاتھ جھک گیا۔ اس کی پیشانی پر تفکر کی گہری لکیریں ابھر آئی تھیں۔

''کیوں....!'' اندھے نے چڑھانے والے انداز میں کہا۔''سوچنے لگے....تم ضرور سوچو گے....اتنا عظیم آدمی معمولی بھکاری کے روپ میں.... ہاہاہا....سوچو....جتنی دیر سوچو گے وہی وقفہ دراصل تمہاری زندگی کے آخری لمحات کا حامل ہوگا۔''

عدنان نے پھر ہنٹر والا ہاتھ اٹھایا اور چاروں آدمی اندھے کے پاس سے ہٹ گئے۔ شاید صرف انہیں ہٹانے ہی کیلئے ایک قسم کا اشارہ تھا کیونکہ اس کے بعد ہی پھر اس کا ہاتھ ہنٹر سمیت جھول گیا....اسکے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی الجھن میں مبتلا ہو گیا ہے۔

''سوچ چکے تم....!'' اندھے کی آواز سناٹے میں گونجی۔

''دیکھو میں کہتا ہوں....!''

''کچھ کہنے کی مہلت نہیں ملے گی۔'' اندھے نے عدنان کو جملہ پورا نہ کرنے دیا۔''سنو! مجھے معلوم ہوا تھا کہ جنوبی افریقہ سے کوئی میری تلاش میں آیا ہے۔ میری تلاش کسی کو کیوں ہو سکتی ہے۔ یہ میں اچھی طرح جانتا تھا۔ بہرحال یہ معلوم کرنے کے لئے کہ میری تلاش میں آنے والا کون ہو سکتا ہے میں کھل کر سامنے آ گیا۔ میرا طریقہ کار سو فیصدی کامیاب ثابت ہوا اور اب تم نتیجے کے طور پر میرے سامنے ہو....ایک ایسے چوہے دان میں جس سے تم کسی طرح نہیں نکل سکتے۔''

''کیا....؟'' عدنان سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ وہ خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف

دیکھنے لگا تھا۔ اندھے نے قہقہہ لگایا۔ اس کا چہرہ سر سے بہے ہوئے خون کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ جب وہ قہقہہ لگاتا تو اس کے سفید اور نوکیلے دانت سچ مچ کسی درندے ہی کے دانت معلوم ہوتے۔ ایسے درندے کے دانت جو ابھی ابھی کسی کی لاش ادھیڑ کر اٹھا ہو۔

''ڈرو نہیں عدنان....!'' اندھے کی تیز سرگوشی کمرے کے سناٹے کو چیرتی چلی گئی۔

''میں صرف گلا گھونٹ کر مارتا ہوں۔''

''خاموش رہو۔'' عدنان خوفزدہ آواز میں چیخا اور ساتھ ہی اس کا ہنٹر والا ہاتھ حرکت میں آ گیا....شائیں....شائیں....شائیں.... چوتھی بار اندھے نے ہنٹر پکڑ لیا۔ عدنان نے جھٹکا دیا لیکن اندھے نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ اس کے برعکس خود عدنان ہی کچھ آگے کی طرف کھسک آیا۔ دوسرے لمحے میں اندھا ہنٹر کو اپنی کلائی میں لپیٹ رہا تھا اور ہر بل کے ساتھ عدنان کو آگے کی طرف کھسکنا پڑتا تھا۔ چاروں آدمیوں نے جب یہ دیکھا تو وہ خاموشی سے کھڑے نہ رہ سکے۔ ان میں سے ایک بڑی تیزی سے بوڑھے کی طرف بڑھا لیکن ابھی اس کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ سامنے والے روشن دان سے ایک فائر ہوا۔ گولی ٹھیک اس کی پیشانی پر بیٹھی اور وہ کسی قسم کی آواز نکالے بغیر پیچھے کی طرف الٹ گیا۔

''عدنان.... دیکھا تم نے۔'' اندھے نے قہقہہ لگایا۔ عدنان کے ہاتھ سے ہنٹر چھوٹ گیا۔ بقیہ تین آدمی بدحواس ہو کر دروازے کی طرف بھاگے لیکن انہیں باہر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ ہر دروازے پر ایک ایک آدمی ریوالور لئے ہوئے کھڑا نظر آیا۔

عدنان کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں۔

''عدنان....!'' اندھے کی تیز سرگوشی پھر گونجی۔ ''میرے قریب آؤ۔''

عدنان بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ وہ تین آدمی بھی کھسک کر اس کے قریب آ گئے تھے۔

''عدنان کے ساتھیو۔'' اندھے نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تم لوگ کرائے پر مہیا کئے گئے ہو۔ شاید تمہارا ایک ساتھی تم سے بچھڑ گیا۔ اب تم عدنان کو پکڑ کر میرے قریب لاؤ....ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔''

''نہیں.... کبھی نہیں۔'' عدنان بے بسی سے چیخا۔

''لڑکو! تم نے سنا نہیں۔ میں کیا کہہ رہا ہوں.... عدنان کو ادھر لاؤ۔ میں تمہیں معاف کردوں گا۔''

وہ تینوں اپنے کام کی اجرت پہلے ہی وصول کر چکے تھے اور پھر انہوں نے ابھی اپنے ایک ساتھی کا انجام بھی دیکھ لیا تھا۔ کسی طرح بھی بچ نکلنے کے امکانات نہیں تھے۔ ہر دروازے پر ایک مسلح آدمی نظر آ رہا تھا اور کسی لمحے بھی ان کی طرف اٹھے ہوئے ریوالور آگ اگل سکتے تھے۔ وہ بوکھلائے ہوئے کتوں کی طرح عدنان پر ٹوٹ پڑے اور عدنان ایک ڈوبتے ہوئے آدمی کی مانند دیوانہ وار ہاتھ پیر مارنے لگا۔ اس کے منہ سے خوفزدہ سی آوازیں نکلنے لگی تھیں۔

آخر کار کسی نہ کسی طرح اندھے کے ہاتھ عدنان کی گردن تک پہنچ ہی گئے۔ عدنان کے حلق سے نکلتی ہوئی آوازیں بند ہوگئیں۔ کمرے میں گہری گہری سانسوں کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں تھی۔ ان تینوں کو اپنے سر چکراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ پھر عدنان کے مردہ جسم کے گرنے سے آواز پیدا ہوئی۔ تینوں کے منہ سے سہمی سہمی سی چیخیں نکلیں اور پھر کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

ہوٹل ڈی فرانس کے ایک کمرے میں ایک لڑکی مضطربانہ انداز میں ٹہل رہی تھی۔ اس نے رک کر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔ ڈھائی بج چکے تھے۔ اُس کے چہرے سے الجھن کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ چند لمحے ٹہلتی رہی پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

''اوہ.... آپ....!'' دروازے میں کھڑے ہوئے ایک آدمی نے کہا۔

''ہاں.... میں.... ابھی تک ڈیڈی واپس نہیں آئے۔''

''شاید صبح تک آ جائیں۔'' آدمی بولا۔

''نہیں.... میں بہت پریشان ہوں۔تم سب میرے کمرے میں آؤ۔''

''بہت بہتر۔''

لڑکی پھر اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔تھوڑی دیر بعد وہاں پانچ آدمی اور آ گئے ان میں دو انگریز تھے اور ایک نیگرو۔ بقیہ دو صورت سے دیسی ہی معلوم ہوتے تھے۔

''مجھے خدشہ ہے۔'' لڑکی نے انگریزی میں کہا۔

''ڈرومت..... بے بی۔'' ایک انگریز بولا۔ ''باس فولاد کا بنا ہوا ہے۔''

''کہیں وہ دھوکا نہ کھائیں۔ میں انہیں کرائے کے آدمیوں سے کام لینے سے روک رہی تھی۔''

''کوئی ہرج نہیں بے بی.... تم سو جاؤ.... ڈرومت۔''

''نہیں مسٹر ڈیگال.... ہم سب وہاں چلیں گے۔''

''تمہاری مرضی....!'' ڈیگال نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

''تم گیراج سے کار نکالو'' لڑکی نے ایک آدمی کی طرف مڑ کر کہا۔

''پتہ نہیں یہاں کا کیا قاعدہ ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔ ''اتنی رات گئے گیراج کھل سکے گا یا نہیں۔''

''اوہ جاؤ....!'' لڑکی پیر پٹخ کر بولی۔ وہ چلا گیا اور لڑکی مضطربانہ انداز میں بڑبڑاتی رہی۔

''ڈیڈی نے غلط طریقہ اختیار کیا۔آخر وہ اندھا فٹ پاتھ پر بھیک کیوں مانگتا تھا۔''

''بے بی۔'' ڈیگال بولا۔ ''وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہ کسی چکر میں ہو۔''

''اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ تنہا نہ ہو۔'' لڑکی نے کہا۔

''ابھی تک ہمیں اس کے کسی ساتھی کا علم نہیں ہوسکا۔''

''علم نہ ہونا اور بات ہے۔ضروری نہیں معاملات تمہارے علم ہی سے مطابقت رکھتے ہوں۔اس قسم کا کوئی آدمی کبھی تنہا نہیں رہ سکتا کیا وہ اندھا نہیں ہے۔''

''ہے تو.... لیکن آنکھ والوں سے بہتر۔ وہ اپنی جانی بوجھی جگہوں پر کار تک ڈرائیو کرسکتا ۔اس نے ایک بار لندن جیسے بھیڑ بھاڑ والے شہر میں چیرنگ کراس سے پکاڈلی تک کار کی

ڈرائیو کی تھی۔''

''میں سن چکی ہوں.... لیکن مجھے یقین نہیں اور اگر یقین کر بھی لوں تو اسے ماننے پر ہرگز تیار نہ ہوں گی کہ وہ اندھا ہے۔''

''بے بی! وہ سو فیصدی اندھا ہے۔ لیکن اس کی کھال سانپ کی کھال سے بھی زیادہ حساس ہے۔ تم دبے قدموں اس سے تیس گز کے فاصلے پر جاؤ.... اُسے تمہاری موجودگی کا نہ صرف احساس ہوگا بلکہ وہ تمہاری جنس تک سے واقف ہوگا.... وہ آواز پر نشانہ لگاتا ہے۔''

''تب میں اسے آدمی کے بجائے خبیث روح کہوں گی.... اور تمہیں کیا کہوں کہ تم نے ڈیڈی کو تنہا جانے دیا۔''

''ہم مجبور تھے۔'' انگریز بولا۔ ''باس کی اسکیم یہی تھی اور تم جانتی ہو کہ وہ بعض اوقات کسی کا مشورہ نہیں قبول کرتے۔''

دیسی آدمی نے واپس آکر تیاری کی اطلاع دی۔

تھوڑی دیر بعد ایک کار ہوٹل ڈی فرانس کی کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر مڑ رہی تھی۔ پھر وہ چیتھم روڈ پر چل پڑی۔

''مسٹر ڈیگال....!'' اندر بیٹھی ہوئی لڑکی نے انگریز کو مخاطب کیا۔

''ہاں.... بے بی.... واقعی تم بہت پریشان ہو۔''

''اگر ڈیڈی کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو۔''

''ہم ابھی زندہ ہیں۔'' ڈیگال بولا۔

کچھ دیر بعد کار اُسی عمارت کے سامنے رک گئی جہاں تھوڑی دیر قبل ایک خونی ڈرامہ کھیلا گیا تھا۔

''بے بی.... تم بقیہ آدمیوں کے ساتھ یہیں ٹھہرو.... میں اندر جاتا ہوں۔'' ڈیگال نے کہا اور انہیں باہر چھوڑ کر عمارت کے اندر چلا گیا۔ لڑکی کیلئے وہ صبر آزما لمحات تھے۔ واپسی پر ڈیگال کی رفتار بہت تیز تھی۔ لیکن اس نے پرسکون لہجہ میں کہا۔ ''عمارت ویران ہے۔ وہاں کوئی بھی نہیں۔''

# ڈیگال

یہ آٹھواں ہوٹل تھا اور اب سرجنٹ حمید پاگل ہوجانے کی حد تک بور ہو چکا تھا۔ اس کا بس چلتا تو قاسم کی بوٹیاں اڑا دیتا۔ بات یہ ہوئی تھی کہ وہ سرشام ہی ایک ہوٹل میں کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ قاسم کی خوراک معلوم.... ظاہر ہے کہ وہ بکرے کی ایک پوری ران اور ایک مرغ مسلم کا ناشتہ کرنے والا آدمی تھا۔ جب اس نے ہوٹل میں بھی گھر ہی کی سی بے تکلفی کا مظاہرہ شروع کیا تو حمید کو اختلاج ہونے لگا۔

''قاسم....اب بس کرو۔''

''واہ....تو کیا بھوکا مروں۔''

''دیکھو یہاں کے سارے ویٹر مجھے پہچانتے ہیں۔''

''مجھے بھی پہچان جائیں گے۔فکر نہ کرو۔'' قاسم سنجیدگی سے بولا۔ ''میں ٹی بی کا مریض تو ہوں نہیں کہ دس پانچ چپاتیوں پر قناعت کرلوں۔''

''اچھا....تو.... یہاں بس کرو۔ کسی دوسرے ہوٹل میں....!''

''واہ....کیا میں اُلو ہوں....مذاق مت کرو۔''

''میں تمہارے سر پر پلیٹ توڑ دوں گا۔''

''مگر خالی پلیٹ....میرا سر کافی مضبوط ہے۔''

''اچھا تو میں جا رہا ہوں....!'' حمید نے کہا۔

''نہیں ہوسکتا....زبردستی کرو گے تو دبوچ لوں گا۔''

حمید کی روح فنا ہوگئی۔ بہرحال اس نے کسی نہ کسی طرح قاسم کو اپنی تجویز پر عمل کرنے پر آمادہ کرلیا۔

یہ آٹھواں ہوٹل....ہوٹل ڈی فرانس تھا۔ قاسم اب تک بتیس روٹیاں کھا چکا تھا۔ ممکن ہے حمید کو پریشان کرنے کے لئے وہ معمول سے زیادہ کھا گیا ہو۔ بتیس روٹیاں بہت ہوتی ہیں۔

قاسم کھانے میں مشغول تھا اور حمید شام کا اخبار دیکھ رہا تھا۔ اس کی توجہ دراصل ایک ایسی خبر نے اپنی طرف مبذول کرالی تھی جو اس کے لئے بھی عملی طور پر پریشانی کا باعث ہوسکتی تھی۔ پرنسٹن کے علاقے کی ایک عمارت میں دو لاشیں پائی گئی تھیں۔ ان میں اس آدمی کی بھی لاش تھی جس نے تین دن قبل وہ عمارت کرائے پر حاصل کی تھی۔ آگے چل کر ان دونوں کا حلیہ تھا۔ حمید نے بھنا کر اخبار میز پر پٹخ دیا اور قاسم کو اس طرح گھورنے لگا جیسے یہ قتل اسی کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔

''اب کس ہوٹل میں چلو گے حمید بھائی۔'' قاسم نے مسکرا کر پوچھا۔

''اب میں تمہیں دفن کردوں گا۔''

''بس دو اسٹیک اور کھاؤں گا۔'' قاسم منہ چلاتا ہوا بولا۔ ''تم کیوں خواہ مخواہ بور ہو رہے ہو۔ کتنی.... فل فلوٹیاں ہیں.... آج یہاں۔''

''ارے او.... آدم خور.... میری تو ساری تفریح برباد ہوگئی۔''

''کیوں....؟''

''دو لاشیں....!''

''ہائیں.... کہاں۔'' قاسم کرسی سے تھوڑا سا اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ منہ کا نوالہ نکل پڑنے کے قریب تھا۔

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔ ''بیٹھو....!''

''ارے تو کھانے کیوں دوڑ رہے ہو۔ میرے ٹھینگے پر ہیں۔ تمہاری لاشیں واشیں سالیاں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اخبار کی خبر اسکے ذہن میں کچوکے لگا رہی تھی۔ دو لاشیں.... نتیجہ معلوم۔ آج کل ڈی۔ ایس۔ پی سٹی سے بھی گاڑھی چھن رہی ہے۔ اس نے فریدی کو جائے واردات پر ضرور بلایا ہوگا.... پھر بس شامت۔

حمید آج آفس نہیں گیا تھا۔ صبح ہی سے قاسم کے ساتھ حماقتوں کا پروگرام جاری تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ واپسی پر اسے واردات سے متعلق فریدی کا لیکچر ہضم کرنا پڑے گا۔ ان دنوں

حمید پر بُری طرح کاہلی مسلط تھی۔ تفتیش کے نام ہی سے اس کی جان نکلنے لگتی تھی۔

قاسم کھانا ختم کر کے میز پر طبلہ بجانے لگا۔ پھر اپنا بھاڑ سا منہ کھول کر ایک لمبی سی جماہی لی۔

''حمید بھائی۔'' اس نے آگے جھک کر آہستہ سے کہا۔ ''کیا سچ مچ آدمی کی روح سے محبت ہوتی ہے۔''

''اپنے والد صاحب سے پوچھنا۔''

''اوہ....وہ بیچارے کیا بتائیں گے....مولوی ٹائپ کے آدمی ہیں۔'' قاسم نے منہ بنا کر کہا۔

حمید جھنجھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی نظر انسپکٹر جگدیش پر پڑی جو دو کانسٹیبلوں کیساتھ ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ جگدیش نے بھی حمید کو دیکھ لیا تھا۔ وہ سیدھا اُسی کی میز کی طرف آیا۔

''اوہ....تو آپ پہلے ہی سے موجود ہیں۔'' جگدیش حمید کو مخاطب کر کے بولا۔

''کیا....؟ کیا بات ہے۔''

''بات یہ ہے کہ وہ یہیں مقیم تھا۔''

''کون! کس کی بات کر رہے ہو....؟''

''عدنان....جس کی لاش....!''

''بس بس سمجھ گیا۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''میں نے ابھی اخبار میں دیکھا ہے۔ مگر یہ نام مقامی نہیں معلوم ہوتا۔''

''وہ ترک تھا۔ جنوبی افریقہ کا ایک بہت بڑا تاجر۔ اس کی لڑکی اور کچھ دوسرے لوگ یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔''

لڑکی کے نام پر حمید اپنا داہنا گال کھجانے لگا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' اس نے کہا۔ ''اخبار میں تو کسی گم نام آدمی کی لاش کے متعلق تھا، جس نے وہ عمارت کرائے پر لی تھی۔ مالک مکان نے اپنا شبہہ ظاہر کیا ہے کہ اس نے اپنا صحیح نام نہیں بتایا تھا۔''

''ٹھیک ہے۔'' جگدیش بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اس کی جیب میں کچھ ایسے کاغذات ملے جنہوں نے ہمیں فارن آفس سے رجوع کرنے پر مجبور کیا۔ وہاں اس کی اصلیت معلوم ہوئی۔ وہ کسی

تجارتی سلسلے میں یہاں آیا تھا۔لیکن اسکے ساتھ ایک مقامی آدمی کی بھی لاش پائی گئی ہے اور وہ ایک مشہور بدمعاش پنٹو تھا۔پنٹو کی پیشانی پر گولی لگی ہے اور عدنان کو شائد گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے۔''

''ہز ہائی نس ہارڈ اسٹون بھی موقعے پر موجود تھے یا نہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''کون....؟''

''ارے تم ہارڈ اسٹون کو نہیں جانتے۔ یہ مسٹر احمد کمال فریدی کا انگریزی ترجمہ ہے۔''

جگدیش ہنسنے لگا۔''ڈی۔ایس۔پی صاحب نے انہیں خاص طور سے بلایا تھا۔''

''یہ بہت بُرا ہوا کہ ان دونوں میں صلح ہوگئی۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

''کچھ بھی ہو حمید صاحب۔ یہ معاملہ پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔'' جگدیش بولا۔

''عدنان جب یہاں ٹھہرا تو ایک دوسری عمارت کرائے پر حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر اس نے ایسا کیا تھا تو اس کی اطلاع فارن آفس کو کیوں نہیں دی۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک مقامی بدمعاش کی لاش کا کیا مطلب ہوسکتا ہے اور پھر اس نے وہ عمارت اپنا صحیح نام ظاہر کر کے کیوں نہیں حاصل کی تھی۔''

''ہے تو کچھ ایسا ہی....!'' حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔''کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کے دوسرے ساتھی اب بھی یہیں مقیم ہیں۔''

''قطعی! وہ یہیں ہوں گے۔ ابھی تک کسی نے لاش کا مطالبہ نہیں کیا۔''

جگدیش جیب سے نوٹ بک نکالتا ہوا بولا۔ پھر اس نے کچھ صفحات الٹنے کے بعد کہا۔

''ایک تو عدنان کی لڑکی فوزیہ ہے۔''

''فوزیہ....!'' قاسم بڑبڑایا۔''نہیں فوجیہ ہوگا....فوج سے فوجیہ....ترک عورتیں بڑی دھاکڑ ہوتی ہیں۔''

''نہیں جناب فوزیہ۔'' جگدیش نے کہا پھر حمید سے مخاطب ہوگیا۔''دوسرا اس کا سیکریٹری ڈیگال ہے یہ انگریز ہے۔ دو باڈی گارڈ ہیں۔ ایک لیوکاس اور دوسرا نیگرو ہے۔ لیوکاس بھی انگریز ہے۔ دو دیسی ہیں۔لیکن افریقہ کے باشندے......امر سنگھ اور دولت رام....!''

''پھر تم اب....تم کیا کرو گے۔''

''سوال بڑا ٹیڑھا ہے۔'' جگدیش مسکرا کر بولا۔ ''خیر اٹھئے۔ ہوسکتا ہے کہ لڑکی آپ کے ٹیسٹ کی ہو۔''

قاسم نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا اور حمید دانت پیس کر رہ گیا۔

''آؤ....!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''میں بھی۔'' قاسم نے دانت نکال کر کہا۔

''نہیں....تم میرا انتظار کرو۔''

اس جواب پر قاسم کا حلیہ قابل دید تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے سر بازار چپت رسید کردی ہو۔ وہ ہنسا تو ضرور مگر یہ ہنسی شرمندگی کا ردعمل تھی۔

حمید نے کاؤنٹر کلرک سے عدنان کے کمروں کے نمبر معلوم کئے اور پھر وہ لوگ آگے بڑھ گئے۔ کمرے اوپری منزل پر تھے۔

انہوں نے پہلے جس کمرے کے دروازے پر دستک دی وہ اندر سے بند تھا۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ کھولا۔ اندر گہرے نیلے رنگ کی روشنی تھی۔ اس لئے اس کی صورت صاف نہیں نظر آئی۔

''کیا مس فوزیہ موجود ہیں۔'' حمید نے انگریزی میں پوچھا۔

''کیوں....؟'' لہجہ کسی انگریز کا تھا۔

''پولیس....ہمیں ان سے یا مسٹر عدنان کے سیکریٹری سے گفتگو کرنی ہے۔''

''کیا بات ہے؟'' مخاطب نے کہا اور کمرے کا دوسرا بلب روشن کردیا۔ ایک انگریز شب خوابی کے لبادے میں ان کے سامنے کھڑا تھا۔

''مسٹر ڈیگال کہاں ہیں؟''

''میں ہی ہوں....کیا بات ہے۔ اندر آجایئے۔''

کمرے میں ڈیگال کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ حمید نے اندر داخل ہوکر چاروں طرف

متجسسانہ نظریں ڈالیں اور پھر ڈیگال سے مخاطب ہو گیا۔

''مسٹر عدنان پچھلی رات کو کہاں تھے۔''

''کیوں....؟''

''مسٹر ڈیگال مجھے افسوس ہے کہ اس وقت ہم صرف سوال ہی کرنا پسند کریں گے۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

ڈیگال چند لمحے اسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

''وہ اپنے کسی مقامی دوست کے ساتھ تھے اور آج رات بھی اسی کے ساتھ بسر کریں گے۔''

''دوست کا نام اور پتہ۔''

''یہ انہوں نے نہیں بتایا تھا....لیکن! آپ کل دس بجے دن کو ان سے یہیں مل سکتے ہیں۔'' ڈیگال نے کہا۔

''مجھے افسوس ہے کہ شاید کبھی اس کی نوبت نہ آئے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''انہیں کسی نے....گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔''

''کیا....!'' ڈیگال چیخ پڑا، اور یہ چیخ بے ساختہ قسم کی تھی۔ اس پر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ڈیگال پچھلی رات کو خود اپنی آنکھوں سے عدنان کی لاش دیکھ چکا ہوگا۔

''جی ہاں....مس فوزیہ کہاں ہیں۔''

''نہیں....نہیں۔'' ڈیگال مضطربانہ انداز میں بولا۔ ''آپ بے بی کو اتنی بُری خبر اس طرح نہیں سنا سکتے۔ لاش کہاں ہے....کہاں ملی تھی....مجھے بتایئے....اوہ....میرے خدا....ناممکن....ناممکن۔''

''آپ کے بقیہ ساتھی پچھلی رات سے اب تک کہاں رہے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''یہیں....میرے ساتھ۔''

''کل رات آپ لوگ کہیں نہیں گئے۔'' جگدیش نے پوچھا۔

''نہیں....!''

''لیکن.... چوکیدار....!''

''ٹھہریئے....!'' ڈیگال بات کاٹ کر بولا۔ ''یاد آ گیا۔ ہم تقریباً دو بجے کچھ دیر کے لئے باہر گئے تھے۔''

''خوب۔ کیا کسی خاص ضرورت کے تحت....؟'' حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''اوہ.... بات یہ ہے کہ بے بی بہت ضدی لڑکی ہے۔ اچانک رات کو اس پر تفریح کا دورہ پڑا۔''

''کیا قرنطیہ نے آپ لوگوں کے ٹیکے نہیں لگائے تھے۔ ہمارے یہاں یہ مرض نہیں پایا جاتا۔''

''بس وہ ضدی ہے۔ کیا کہا جائے.... لیکن یہ قتل۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ یہاں ان کا کون دشمن ہوسکتا ہے۔''

''کوئی بھی نہیں۔'' حمید نے سر ہلا کر کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ وہ اپنے کسی دشمن کو اپنے ساتھ ہی لائے تھے۔''

''ناممکن جناب۔'' ڈیگال کے لہجے میں غصہ تھا۔ ''ہمارے سب آدمی معتبر ہیں۔''

''تو آپ پچھلی رات کہاں کہاں گئے تھے۔''

''ہمیں یہاں کی جگہوں کے نام تو ابھی معلوم نہیں۔ ادھر اُدھر چکر لگانے کے بعد ہم پھر واپس آ گئے تھے۔ شاید آدھ گھنٹہ باہر رہے ہوں۔''

''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق دونوں کی موتیں دو اور چار کے درمیان میں ہوئی ہیں۔'' جگدیش نے حمید سے اردو میں کہا۔ ''اور یہ ایک ضدی لڑکی کی تفریح کا افسانہ سنا رہا ہے۔ دو بجے رات کی تفریح.... چوکیدار کا بیان ہے کہ یہ سب لڑکی سمیت باہر گئے تھے۔''

''یار مجھے تو یہ لڑکی بھی نابالغ ہی معلوم ہوتی ہے۔'' حمید نے کہا۔ پھر انگریزی میں ڈیگال سے پوچھا۔ ''مس فوزیہ اس وقت کہاں مل سکیں گی۔''

''میں آپ سے استدعا کرتا ہوں۔'' ڈیگال نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ ''بے بی کو فی الحال

اس معاملے سے دور ہی رکھئے۔ ویسے میں ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔''

''آپ کو ہمارے ساتھ کوتوالی تک چلنا ہوگا'' جگدیش نے کہا۔ ''تا کہ آپ لاش کو شناخت کر سکیں۔''

''میں تیار ہوں۔'' ڈیگال بولا۔ ''میں بے بی کو رفتہ رفتہ بتاؤں گا۔ ورنہ ممکن ہے کہ وہ صدمے ہی سے مر جائے۔''

''ٹھیک ہے۔'' حمید نے اردو میں کہا۔ ''تم اسے کوتوالی لے جاؤ۔ بقیہ میں دیکھ لوں گا۔''

پھر جیسے ہی حمید دروازے کی طرف مڑا اس نے محسوس کیا کہ کوئی تیزی سے دروازے کے قریب سے ہٹا ہے کیونکہ راہداری میں اُسے ایک لمبا سا سایہ دکھائی دیا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ ایک آدمی راہداری کے آخری سرے پر دوسری طرف مڑتا ہوا نظر آیا۔ حمید سوچنے لگا۔ ممکن ہے اسے دھوکا ہوا ہو۔ ویسے پہلے اسے خیال ہوا تھا کہ شاید کسی نے باہر سے ان کی گفتگو سننے کی کوشش کی تھی۔

ڈیگال جلد ہی تیار ہو گیا اور وہ سب نیچے چلے آئے۔ قاسم اسی میز پر بیٹھا رہا تھا۔ حمید پھر وہیں آ بیٹھا۔ جگدیش اور اس کے ساتھی ڈیگال سمیت باہر چلے گئے۔ قاسم حمید کی آہٹ پر چونک پڑا تھا۔ اس نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔ ''حمید بھائی۔ کیسی ہے.... اللہ قسم میں نے آج تک کوئی ترک لونڈیا نہیں دیکھی۔ ویسے سنتا ہوں کہ بڑی تگڑی ہوتی ہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ دوبارہ اوپر جانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ان لوگوں نے سات کمرے لے رکھے تھے۔ فوزیہ انہیں میں سے کسی ایک میں ہوگی۔

''قاسم....!'' اس نے کہا۔ ''اب تم گھر جاؤ۔ میرے لئے ایک سرکاری کام نکل آیا ہے۔ شائد مجھے رات بھر یہاں بیٹھنا پڑے۔''

''میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ اُلو بناتے ہو۔ خود چھلگرے.... ار.... گلچھرے اڑاؤ گے.... ضرور لونڈیا.... زوردار ہے۔''

''ابے کوئی لونڈیا.... ونڈیا نہیں۔ آٹھ سال کی بے بی ہے ہر کس و ناکس سے ٹافیوں

کے لئے ضد کرتی ہے۔ نہ دو تو نوچتی کھسوٹتی ہے وغیرہ وغیرہ۔''

''لاحول ولا قوۃ....!'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''تب یہ جگدیش سالا چغد ہے کیا۔''

''نہیں چغد کا سالا ہے۔ اب تم جاؤ۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں رکنے پر تمہیں میرے ساتھ شراب بھی پینی پڑے۔''

''بس بس! معاف کرو میں چلا۔ ابھی میری پیٹھ پر سیاہ[1] نشان موجود ہیں۔''

# خوفناک اندھا

فریدی نے اپنے مخاطب کو گھور کر دیکھا۔ وہ بھدے خدوخال کا ایک مضبوط جسم والا جوان تھا۔

''تم کچھ چھپا رہے ہو۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

''یقین کیجئے! میں کچھ نہیں جانتا۔ جو کچھ معلوم تھا میں نے پولیس کو بتا دیا۔''

''مجھ میں اور پولیس میں فرق ہے۔ اس لئے تم مجھے کچھ اور بھی بتاؤ گے۔''

''میں اب کیا بتاؤں۔ بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔ آخر آپ کیا جاننا چاہتے ہیں۔''

''تم لوگوں کی رسائی عدنان تک کیسے ہوئی تھی۔''

''میں کسی عدنان کو نہیں جانتا۔ پنٹو سے میری دوستی ضرور تھی لیکن میں اس کے کسی کام میں حصہ نہیں لیتا تھا۔''

''سفید جھوٹ....!'' فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ ''کل رات تم پنٹو کے ساتھ تھے۔ تم چاروں نے سن سٹ بار میں شراب پی۔ بیوقوف آدمی یہ نہ بھولو کہ کل تم لوگ ایک رولس رائس کار میں تھے۔ تم جیسے لوگوں کا کسی رولس رائس کار میں بیٹھنا بجائے خود ایک بہت بڑا

---

[1] سیاہ نشان کیسے تھے؟ جاسوسی دنیا کے خاص نمبر ''جنگل کی آگ'' جلد نمبر 12 میں ملاحظہ فرمائیے۔

اشتہار ہے اور پھر یہاں کے بدمعاشوں کی نقل و حرکت مجھ سے چھپی نہیں رہتی۔ چلو اگل دو۔ میں بقیہ دو آدمیوں سے زیادہ تمہیں معتبر سمجھتا ہوں۔ وہ کار کس کی تھی۔"

مخاطب کا چہرہ اُتر گیا۔

"ہاں ہاں.... کہو...." فریدی نرم لہجے میں بولا۔

"مجھے نہیں معلوم.... دیکھئے ایک وجہ سے میں نے پولیس سے جھوٹ بولا تھا۔ کیا آپ میری گردن پھنسوا دیں گے۔"

"حالات پر منحصر ہے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ پنٹو ہی ہمارا سرغنہ تھا۔"

"میں جانتا ہوں.... آگے کہو۔" فریدی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"پنٹو ہی نے عدنان سے معاملہ طے کیا تھا۔ بات اتنی تھی کہ ہمیں ایک اندھے فقیر کو فٹ پاتھ سے اٹھا کر اس عمارت میں پہنچانا تھا۔ اس کے لئے ہمیں چار ہزار ملے تھے۔"

"کیا....؟" فریدی تحیر آمیز انداز میں آگے کی طرف جھک گیا۔

"کسی کو یقین نہیں آئے گا۔" مخاطب نے کہا۔ "اسی لئے میں نے پولیس کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ لیکن آپ سے پار پانا مشکل ہے۔ شاید آپ بھی یقین نہ کریں۔ بہرحال میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔"

اور پھر اُس نے اندھے پر قابو پانے اور پنٹو کے قتل تک کے واقعات دہرا دیئے۔ وہ کچھ دیر کے لئے رکا۔ شاید وہ عدنان کا انجام بتاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ کیونکہ خود اُس نے اور اس کے دو ساتھیوں نے عدنان کو گھسیٹ کر اندھے تک پہنچایا تھا۔

"ہوں....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اور عدنان کا۔"

"اندھے نے گلا گھونٹ دیا۔"

"اور اُس نے تم تینوں سے کوئی تعرض نہیں کیا.... کیوں....؟"

"کچھ نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں عمارت سے نکال دیا۔"

''اور اس رولس رائس کا کیا ہوا۔ وہ کس کی تھی؟''

''ہمیں نہیں معلوم۔ عدنان نے کہیں سے مہیا کی تھی۔ ہم تو اس کے بعد سر پر پیر رکھ کر بھاگے تھے۔''

''تم اب بھی کچھ چھپا رہے ہو۔'' فریدی خشک لہجے میں بولا۔

''اوہ! ٹھیک یاد آیا.... میں بھول ہی گیا تھا۔ عدنان نے اندھے سے کہا تھا کہ مجھے نور جہاں کی ضرورت ہے۔''

''نور جہاں....!'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''کوئی اور بات۔''

''نہیں....اس کے بعد پھر کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔''

کچھ دیر خاموشی رہی۔ فریدی اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بالآخر اس نے پوچھا۔ ''کچھ اور....!''

''اور کچھ نہیں....بس یہی غنیمت ہے کہ اپنی جانیں بچ گئیں۔ کیا آپ مجھے پولیس کے حوالے کر دیں گے۔''

''نہیں....لیکن اس وعدے پر کہ تم شہر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔''

''آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کے حکم کا پابند رہوں گا۔ لیکن دوسروں کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔''

''انہیں کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ انہیں یقین دلاتے رہو کہ پولیس کو کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔''

''میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

''میں جانتا ہوں....'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''تم اب بھی جھوٹ بول رہے ہو۔''

''یقین کیجئے....اور....!''

''نہیں....ٹھہرو....تمہاری داہنی کلائی پر چاندی کا ایک تعویز ہوا کرتا تھا۔''

''جی ہاں.... جی ہاں.... میرا خیال ہے کہ وہ پچھلی رات اندھے کو اٹھانے کے وقت میں کہیں گر گیا۔''

''فریدی نے جیب سے چاندی کا ایک تعویذ نکالا جس کے دونوں سروں پر چاندی کی زنجیریں لٹک رہی تھیں۔

''جی ہاں.... یہی ہے۔'' اس نے کہا۔

''لیکن یہ مجھے کسی فٹ پاتھ پر نہیں ملا۔''

''تو پھر.... اُسی عمارت میں ملا ہوگا۔''

''یہ عدنان کے گریبان میں الجھا ہوا تھا.... کیوں؟.... میں اس کا جواب چاہتا ہوں۔''

ایک بار پھر اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔

''وہ.... دیکھئے.... آپ خود بتایئے.... ہم پر چاروں طرف سے پستول اٹھے ہوئے تھے۔ پٹھو کا انجام ہم دیکھ ہی چکے تھے.... پھر....!''

وہ خاموش ہوگیا۔ فریدی کچھ نہ بولا۔ البتہ اب بھی اس کی نظریں استفہامیہ انداز میں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

''اندھے نے کہا۔'' وہ کچھ دیر بعد بولا۔ ''اگر ہم عدنان کو پکڑ کر اس کے قریب نہ لے گئے تو ہم بھی پٹھو کے پیچھے روانہ کردیئے جائیں گے۔ مجبوراً ہمیں عدنان کو کھینچ کر اس کے قریب لے جانا پڑا۔ زندگی سب کو عزیز ہوتی ہے۔''

''خیر.... دوسری بات۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اندھے نے تمہاری آزادی کے لئے کوئی شرط نہیں پیش کی تھی۔''

''جی نہیں.... قطعی نہیں.... انہوں نے دھکے دے کر ہمیں عمارت سے باہر نکال دیا تھا۔''

''اگر تم اُسے اب کہیں دیکھو تو پہچان جاؤ گے۔''

''کہہ نہیں سکتا.... ہمیں اس کی شکل دیکھنے کا ہوش ہی نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے کہ پہچان ہی لوں لیکن یقین نہیں ہے۔ مجھے اس کی شکل یاد نہیں۔''

''خیر.... ہم دیکھیں گے کہ تمہاری داستان کا کتنا حصہ درست ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ لیکن اپنے وعدے پر قائم رہنا۔ ورنہ پھر میں کچھ نہ کرسکوں گا۔''

سرجنٹ حمید نے یکے بعد دیگرے عدنان کے سارے کمرے کھلوائے لیکن کسی میں بھی کوئی لڑکی نہ ملی۔ انگریز نیگرو اور دونوں ہندوستانی موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ چند منٹ قبل وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ ان لوگوں نے بھی اس کی عدم موجودگی پر تشویش ظاہر کی کیونکہ ان کے بیان کے مطابق فوزیہ ان میں سے کسی کو ساتھ لئے بغیر ڈائننگ ہال تک بھی نہیں جاتی تھی.... حمید نے ان کے ساتھ ہوٹل کا کونا کونا چھان ڈالا لیکن فوزیہ نہ ملی۔ پھر وہ گیراج میں آئے۔ لیکن ان کی کار بھی موجود تھی۔

''کیا مصیبت ہے۔'' لیوکاس بڑبڑایا۔ ''مسٹر عدنان کا حکم تھا کہ بے بی تنہا باہر نہ جائے۔ اب وہ اگر مجھ سے جواب طلب کریں گے۔''

''کون....!'' حمید نے پوچھا۔

''مسٹر عدنان۔''

''کیا واقعی تمہیں امید ہے کہ وہ واپس آئیں گے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''مسٹر ڈیگال اُن کی لاش شناخت کرنے کے لئے گئے ہیں۔''

''لاش.....؟'' سبھوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

''ہاں.... پچھلی رات کسی نے انہیں مار ڈالا۔''

''کیا بکواس ہے؟'' لیوکاس بھنویں چڑھا کر بولا۔

''کیا تمہیں بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔'' حمید نے تیز لہجے میں کہا۔ ''تم ایک ذمہ دار افسر سے گفتگو کر رہے ہو۔''

لیوکاس کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ڈیگال واپس آ گیا۔

''کیوں....؟'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''اوہ.... سچ مچ....!'' وہ مضطربانہ انداز میں اپنے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔''وہ مسٹر عدنان ہی کی لاش ہے۔''

اس کے دوسرے ساتھیوں نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ شروع کردی۔ البتہ نہ جانے کیوں حمید کو لیوکاس کا رویہ کچھ غیر فطری سا معلوم ہو رہا تھا.... اس نے بڑے بھونڈے اور تصنع آمیز لہجے میں ڈیگال کو فوزیہ کی گمشدگی کے متعلق بتایا۔

حمید کو شروع ہی سے اس معاملے میں کوئی چیز کھٹک رہی تھی اور پھر اُس کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ وہ پچھلی رات کو دو بجے.... کہیں باہر گئے تھے اور اُس کے لئے انہوں نے ایک عذر لنگ پیش کیا تھا۔ اس عذر لنگ کا تعلق فوزیہ کی ذات سے تھا اور اب فوزیہ اچانک پراسرار طریقے پر غائب ہوگئی تھی۔ اس سے کیا سمجھا جائے۔

حمید نے سوچا کہ کیوں نہ فریدی کو فون کردیا جائے۔ لیکن وہ ہال سے ہٹنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر فوزیہ کی گمشدگی میں انہیں لوگوں کا ہاتھ ہے تو وہ ابھی اُسے ہوٹل کے باہر نہ لے جاپائے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے کہ اسکی عدم موجودگی میں انہیں اس کا موقع مل جائے۔

ڈیگال اپنے ساتھیوں پر بُری طرح برس رہا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے انہیں نمک حرام تک کہہ دیا۔ جس پر نیگرو کو غصہ آ گیا اور اسے مارنے کیلئے جھپٹا۔ دوسرے لوگ فوراً درمیان میں آ گئے۔

اسی دوران میں حمید کو کاریڈر کے سرے پر فریدی دکھائی دیا جو ایک ویٹر کے ساتھ اُسی طرف آ رہا تھا۔

''اوہو.... تو تم یہاں ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''میں صبح ہی سے اسی چکر میں ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''بکواس مت کرو.... مجھے معلوم ہے کہ تم بہت سچے ہو.... خیر.... یہاں کیا ہو رہا ہے۔''

حمید نے مختصراً ماجرا بیان کردیا۔ فریدی چند لمحے خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔''میرا

خیال ہے کہ وہ ابھی ہوٹل ہی میں مل جائے گی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اگر اُس کی گمشدگی میں ان لوگوں کا ہاتھ ہے تو یہ ابھی اسے باہر نہ لے جا پائے ہوں گے۔"

ڈیگال اب بھی اپنے ساتھیوں سے الجھا ہوا تھا۔ حمید نے فریدی کو بتایا کہ وہ عدنان کا سیکریٹری ہے۔

فریدی نے آگے بڑھ کر اُن سے اپنا تعارف کرایا اور پھر ڈیگال کو مخاطب کر کے کہا "مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ لڑکی غائب ہوگئی۔"

"جی ہاں.... مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے چند نالائقوں پر اعتماد کرلیا۔ میں لاش کی شناخت کے لئے پولیس اسٹیشن چلا گیا تھا۔"

"کیا وہ اپنے کمرے ہی میں تھی۔" فریدی نے ایک ایک کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے جملہ پورا کیا.... جواب اثبات میں ملا.... لیکن انہوں نے اُسے اُس کے کمرے سے برآمد ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

"میں اس کا کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"آیئے....!" ڈیگال ان کے آگے ہولیا۔ کمرے میں پہنچ کر فریدی نے سرسری طور پر قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ یہاں ایک طرف ایک بڑی سی مسہری پڑی ہوئی تھی جس کے سرہانے ایک میز تھی جس پر لکھنے پڑھنے کا سامان تھا۔ دو کرسیاں.... ملبوسات کی الماری.... اس نے معنی خیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔ پھر وہ دوسرے آدمیوں کی طرف مڑا۔

"کیا مس فوزیہ ایک ہی جوتا پہن کر باہر گئی ہیں۔" اس نے ڈیگال سے کہا۔

"کیا مطلب.... میں نہیں سمجھا۔"

فریدی اُسے کوئی جواب دینے کی بجائے حمید سے بولا۔ "تم برابر والے کمرے کے دروازے پر ٹھہرو۔"

حمید باہر چلا گیا۔ اُسی کے پیچھے لیوکاس بھی نکلا اور اپنے کمرے میں جانے لگا۔

''نہیں جناب۔'' حمید اُسے روک کر بولا۔ ''ابھی آپ کمرے میں نہیں جا سکتے۔''

''کیوں....؟'' اس نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

''ہم مس فوزیہ کو تلاش کر رہے ہیں۔''

''پاگل تو نہیں ہو.... ہم پہلے بھی ان سارے کمروں میں تلاش کر چکے ہیں۔''

''فکر نہ کرو۔'' حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ ''میرا چیف سگریٹ کیس سے ہاتھی برآمد کر لیتا ہے۔''

''جہنم میں گیا تمہارا چیف.... مجھے اندر جانے دو۔''

''نہیں اُسی کو جانے دو.... تم مت جاؤ۔'' حمید سنجیدگی سے بولا۔

ادھر فریدی نے فوزیہ کے کمرے کا غسل خانہ کھولا۔ پھر اس نے ڈیگال کو آواز دی۔ فوزیہ فرش پر اوندھی پڑی تھی۔

''ارے....!'' ڈیگال تحیر آمیز انداز میں چیخا۔

وہ اسے اٹھا کر کمرے میں لائے اور مسہری پر ڈال دیا۔ وہ بے ہوش تھی اور سانس رک رک کر آ رہی تھی۔

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' ڈیگال بڑبڑایا۔ ''کس نے یہ حرکت کی۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ چند لمحے بیہوش لڑکی کی طرف دیکھتا رہا پھر حمید کو آواز دی۔ حمید کے ساتھ ہی لیوکاس بھی اندر چلا آیا۔ فوزیہ کو مسہری پر دیکھ کر لیوکاس پہلے تو جھجکا لیکن پھر اس نے بھی تحیر اور افسوس کے ملے جلے خیالات کا اظہار شروع کر دیا۔

''کسی قریبی ڈاکٹر کو فون کر دو۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ جو توجہ اور دلچسپی سے بیہوش لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑکی.... جس کے خدوخال میں بہت کم نسوانیت تھی۔ اعضاء مضبوط اور ہڈیاں چوڑی تھیں۔ حمید ان کی عقلوں پر ماتم کرنے لگا جو اُسے بے بی کہتے تھے۔

اس نے نیچے جا کر کاؤنٹر سے ڈاکٹر کے لئے فون کیا اور پھر واپس آ گیا۔ فریدی ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا اور وہ سب وہیں کھڑے تھے۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔'' ڈیگال فریدی سے اس انداز میں کہہ رہا تھا جیسے اب وہاں فریدی یا اس کے ساتھی کی موجودگی کی ضرورت نہیں۔

''مجھے لڑکی سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔'' فریدی بولا۔

''کیا ابھی.... اسی وقت....'' ڈیگال کے لہجے میں حیرت تھی۔ لیکن کہنے کے انداز میں چھپی ہوئی بناوٹ کا اظہار بخوبی ہوگیا تھا۔ حمید نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ فریدی کی طرف دیکھا۔

''میں ہوش میں آنے کا انتظار کرلوں گا۔ آپ مطمئن رہئے۔'' فریدی نے کہا۔

''لیکن .... پھر بھی یہ ظلم ہوگا۔ ایسے حالات میں.... آپ اُسے اس کے باپ کے قتل کی خبر سنائیں گے۔''

''یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں اس کے باپ کے قتل کی خبر سنانے آیا ہوں۔''

''پھر....؟''

''کچھ نہیں....!'' فریدی نے لاپرواہی سے کہا اور لڑکی کے چہرے پر نظریں جمادیں۔

لیوکاس اور ڈیگال کی نظریں ملیں۔ لیوکاس پہلے باہر گیا پھر ڈیگال نے بھی اس کی تقلید کی۔ حمید استفہامیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سب خاموش تھے کچھ دیر بعد کسی کے قدموں کی آہٹ سے سکوت ٹوٹا۔ لیوکاس اور ڈیگال واپس آ گئے تھے اور ان کے ساتھ ڈاکٹر بھی تھا۔

معائنے کے دوران میں لیوکاس اور ڈیگال گھور گھور کر فریدی کو دیکھتے رہے۔ ڈاکٹر نے آلات سمیٹ کر بیگ میں رکھے اور بیگ کا تسمہ چڑھاتا ہوا بولا۔ ''کوئی نشہ آور چیز.... یا تو پلائی گئی ہے.... یا انجکٹ کی گئی ہے۔ میں ایک انجکشن دے کر بیس منٹ تک انتظار کروں گا۔ اگر ہوش نہ آیا تو پھر یہ خود ہی سے بیدار ہوں گی۔''

کوئی کچھ نہ بولا اور کمرے پر پھر سکوت مسلط ہوگیا۔

# گمشدگی کا راز

فوزیہ ہوش میں آ چکی تھی۔ اب کمرے میں اس کے علاوہ صرف تین آدمی تھے۔ فریدی، حمید اور ڈیگال۔ لیکن اب ڈیگال مضطرب نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور شاید اس نے اپنے دانت بھی پوری قوت سے بھینچ رکھے تھے کیونکہ جبڑوں کے مسلس ابھرے ہوئے نظر آ رہے تھے اور آنکھیں اس طرح فوزیہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جیسے وہ تنویمی طریقے پر اپنی قوت ارادی کے ذریعے اس کے ذہن پر کوئی خاص اثر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''آپ غسل خانے میں بیہوش پائی گئی تھیں۔'' فریدی نے فوزیہ سے کہا۔

''کیا....!'' وہ اس طرح چونک پڑی جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کی حیرت سے پھیلی ہوئی آنکھیں ایک لمحے کے لئے فریدی کے چہرے کی طرف اٹھیں اور پھر جھک گئیں۔

''کیا آپ اس معاملے پر روشنی ڈالنے کی تکلیف کریں گی۔'' فریدی نے پھر کہا۔

''میں نے اسے دیکھا نہیں کسی نے پیچھے سے میرے سر پر کپڑا ڈال کر گلا گھونٹ دیا تھا۔'' وہ اپنی گردن پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

دفعتاً ڈیگال نے ایک طویل سانس لی اور اس کے جبڑے ڈھیلے پڑ گئے۔ حمید نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر فوزیہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''آپ کے والد کہاں ہیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''جی....!'' وہ پھر چونک پڑی۔ ''مجھے نہیں معلوم۔''

''کل رات.... دو بجے آپ لوگ کہاں گئے تھے۔''

''میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یونہی تفریحاً....!'' ڈیگال بولا۔

''آپ باہر جائیے۔'' فریدی نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

''آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا۔'' ڈیگال بگڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ''آپ صرف ہمارے ملک کے ہائی کمیشن آفس کی وساطت سے ہم تک پہنچ سکتے ہیں....ورنہ نہیں۔''

''یہ کس نے کہہ دیا تم سے۔'' فریدی کی مسکراہٹ پر سکون تھی۔ ''باہر سے آنے والوں کا میزبان محکمہ سراغ رسانی ہی ہوتا ہے....ورنہ....نور جہاں....!''

''کیا مطلب....؟'' ڈیگال ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا اور فوزیہ مسہری سے اچھل کر فرش پر کھڑی ہو گئی۔

''مطلب.... یہ کہ....عدنان کے....ساتھ ہی....ایک مقامی آدمی کا....بھی خون....ہوا ہے۔'' فریدی ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔

''کیا....!'' فوزیہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

''مسٹر عدنان کا قتل....کیا تمہیں اب اطلاع ہوئی ہے۔''

فوزیہ سر پکڑ کر فرش پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس طرح جھکولے لے رہی تھی جیسے اب گری اور تب گری۔

ڈیگال نے جھپٹ کر اسے اٹھایا اور مسہری پر ڈال دیا۔ وہ پھر بیہوش ہو گئی تھی۔

''تم لوگ درندے ہو۔'' ڈیگال فریدی کی طرف دیکھ کر دانت پیستا ہوا بولا۔

''لیکن تمہاری طرح سرکس کے درندے نہیں۔'' فریدی نے سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔

کچھ دیر سکوت رہا پھر فریدی بولا۔ ''آخر اس ناٹک کی کیا ضرورت تھی مسٹر ڈیگال....!''

''کیسا ناٹک....!'' ڈیگال جھنجھلا کر بولا۔ ''تم مجھے خواہ مخواہ غصہ دلا رہے ہو۔''

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا....اور حمید....اُس نے تو شاید اس دوران کی گفتگو بھی نہیں سنی تھی....اُس کا ذہن ''نور جہاں'' میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ آخر فریدی نے یہ بے تکا نام کیوں لیا؟ اور اس نام کا جو ردعمل ڈیگال اور فوزیہ پر ہوا تھا وہ بھی حمید کے ذہن میں محفوظ تھا۔

دفعتاً فریدی نے اسے مخاطب کیا۔ ''حمید! ذرا لیوکاس کو یہاں لاؤ۔''

حمید باہر چلا گیا۔ فریدی نے یہ بات اردو میں کہی تھی۔ لیکن اس نے لیوکاس کے نام پر ڈیگال کو چونکتے دیکھا۔ ڈیگال کے چہرے پر زردی پھیل گئی اور وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

لیوکاس کے آنے میں دیر نہیں لگی۔ لیکن وہ بہت زیادہ جھنجھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ فریدی چند لمحے اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''مسٹر لیوکاس! یہ کیا حرکت تھی۔''

''کیا مطلب....!''

''تم نے لڑکی کو بیہوش کیا تھا۔''

''مسٹر سراغ رساں تم بہک رہے ہو۔'' ڈیگال بولا۔

''نہیں مسٹر ڈیگال میں سچ کہہ رہا ہوں۔ غسل خانے میں مجھے مسٹر لیوکاس کی ڈائری ملی ہے۔''

''اوہو! یہ کیا بات ہے۔'' لیوکاس جلدی سے بولا۔ ''دونوں کمروں کا غسل خانہ مشترکہ ہے۔ اس کا ایک دروازہ میرے کمرے میں ہے۔ ممکن ہے کسی وقت مجھ سے گر گئی ہو۔ مجھے اس کی تلاش تھی کہاں ہے۔''

''میرے پاس!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''لیکن بہت ہی محترم مسٹر لیوکاس! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہاری قمیض کی پلیٹ پر پڑا ہوا سرخ دھبہ کیسا ہے؟''

لیوکاس کا سر بے اختیار سینے کی طرف جھک گیا....اور پھر وہ ہکلانے لگا۔

''بیکار ہے! تم نے ہی اسے بیہوش کر کے باتھ روم میں ڈالا تھا۔''

''ٹھہرو لیوکاس....!'' دفعتاً ڈیگال ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اب کچھ چھپانا فضول ہے۔''

فریدی نے جیب سے سگار کیس نکال کر ڈیگال کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے پولیس انسپکٹر سے پہلے ہی کہا تھا کہ کوئی مجھ جیسے شریف آدمی کو دھوکا دینا پسند نہیں کرتا....سگار!''

ڈیگال نے کانپتی ہوئی انگلیوں سے ایک سگار نکال لیا۔

''لیوکاس تھوڑا بیوقوف ضرور ہے۔'' اس نے کھانس کر کہا۔ ''لیکن بدخواہ نہیں۔ وہ نہیں

چاہتا تھا کہ بے بی کو اچانک یہ منحوس خبر سنائی جائے۔ اس نے مجھے پولیس والوں سے گفتگو کرتے دیکھا اور جلدی میں اُسے یہی تدبیر سوجھ گئی۔''

''لیکن مجھے تو اطلاع ملی ہے کہ آپ اپنے کسی ساتھی کو اس خبر سے مطلع کئے بغیر ہی پولیس اسٹیشن چلے گئے تھے۔'' فریدی نے کہا۔

''میں اور لیو کاس پہلے ہی سے جانتے تھے۔''

''ہوں.... کس طرح۔''

''میں نے وہ لاشیں کل رات ہی دیکھ لی تھیں۔ پولیس آفیسر کو میں نے غلط بیان دیا تھا۔ بے بی.... مسٹر عدنان کے لئے بہت پریشان تھی۔ لہٰذا ہم دو بجے ان کی تلاش میں اس عمارت تک گئے۔ میں بقیہ لوگوں کو باہر چھوڑ کر اندر چلا گیا۔ وہاں میں نے دونوں لاشیں دیکھیں اور چپ چاپ واپس آ گئے۔''

''مگر پولیس سے غلط بیانی کیوں کی گئی۔''

''محض.... اس بچی کی خاطر.... میں نہیں چاہتا تھا......!''

''یہ جملہ ہم کئی بار سن چکے ہیں۔'' فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''میں صحیح واقعہ سننا چاہتا ہوں۔''

''یہ قطعی صحیح واقعہ ہے۔''

''عدنان نے وہ عمارت کرائے پر کیوں حاصل کی تھی۔''

''ہمیں یہ ضرور معلوم تھا کہ انہوں نے ایک عمارت حاصل کی تھی لیکن انہوں نے اس کی غرض و غایت کسی کو نہیں بتائی۔''

''ہوں.... تو پھر یہ لڑکی پریشان کیوں تھی۔''

''ظاہر ہے کہ مسٹر عدنان نے یہ نہیں بتایا تھا کہ انہوں نے وہ عمارت کیوں حاصل کی ہے اور یہ سب کو معلوم تھا کہ وہ گذشتہ رات وہیں بسر کرنے والے تھے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ بچوں میں والدین کے لئے اور والدین میں بچوں کے لئے ایک چھٹی حس ہوتی ہے۔''

''نہ میں والدین ہوں اور نہ مجھے اپنا بچپن ہی یاد ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''لیکن میں

دوبارہ مس فوزیہ کے ہوش میں آنے کا انتظام کروں گا۔''

''آپ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔'' ڈیگال پھر اکھڑ گیا۔ ''بے بی کو آرام کی ضرورت ہے۔''

''سب کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

''آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔''

''سچی بات....!''

''اس سے زیادہ ہم میں سے کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔''

''کچھ دیر پہلے تم یہ بھی نہیں جانتے تھے جو ابھی بتا چکے ہو۔''

''میرے خیال سے اسے ہسپتال پہنچا دیا جائے۔'' حمید نے فوزیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''ہرگز نہیں....کبھی نہیں۔'' ڈیگال تن کر کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھ جاؤ....!'' فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ''تم مجھے نہیں جانتے۔''

''مجھے تشدد پر آمادہ نہ کرو۔'' ڈیگال غرایا۔

''چلو بیٹھ جاؤ سیدھی طرح....ورنہ....'' فریدی اور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اُس کی نظریں لیوکاس پر تھیں جس نے ریوالور نکال لیا تھا۔

''بہت اچھے۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''کمرے سے نکل جاؤ۔'' لیوکاس نے کہا اور ہونٹ بھینچ لئے۔

''بہتر ہے۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''آؤ حمید۔''

وہ دروازے تک آئے۔ لیوکاس ان کے پیچھے تھا۔ فریدی نے دروازہ کھولنے کے لئے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن پھر دوسرے ہی لمحہ وہ بڑی تیزی سے پلٹا۔ اس کا بایاں ہاتھ ریوالور پر پڑا اور داہنا ہاتھ لیوکاس کے جبڑے پر.... لیوکاس اچھل کر کئی فٹ دور جا پڑا.... ریوالور فریدی کے ہاتھ میں تھا۔

''لیوکاس.... یہ کیا بیہودگی ہے۔'' ڈیگال چیخا۔

لیوکاس کھڑا ہو کر اپنا جبڑا سہلا رہا تھا۔ پھر خون کی ایک دھار اس کے ہونٹوں سے نکل کر

ٹھوڑی پر پھیل گئی۔

''آفیسر.... مجھے افسوس ہے۔'' ڈیگال معذرت آمیز لہجے میں بولا۔ پھر لیوکاس پر برس پڑا۔

''میں لیوکاس کو آتش گیر اسلحہ رکھنے کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔ ''تم یہاں بغیر اجازت ریوالور نہیں رکھ سکتے۔''

''آفیسر! میں معافی چاہتا ہوں۔'' ڈیگال گڑگڑایا۔ ''ہم بڑی زحمت میں پڑ جائیں گے۔''

''اس کی صرف ایک ہی صورت ہے حقیقت کہہ دو۔''

ڈیگال کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آرہے تھے اور وہ بار بار لیوکاس کو قہر آلود نظروں سے گھورنے لگتا تھا۔

''ایک ذرا سی بات نے اتنا طول کھینچا۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔ ''بہت معمولی سی بات تھی...... لیکن مسٹر عدنان نے میرا کہنا نہ مانا۔ خود جان سے ہاتھ دھوئے اور ہمیں مصیبت میں پھنسا دیا۔''

فریدی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ لیوکاس رومال سے اپنے چہرے کا خون صاف کررہا تھا۔

ڈیگال خاموش ہوگیا۔ اس کے چہرے سے ذہنی کشمکش عیاں تھی۔ فریدی اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔

''انہیں جو کچھ بھی کرنا تھا.... اس کے لئے ہم ہی کافی تھے۔'' ڈیگال کچھ دیر بعد بولا۔ ''انہوں نے مقامی آدمیوں کی مدد حاصل کرکے غلطی کی۔''

''لیکن عدنان کیا کرنا چاہتا تھا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''کیا آپ کو اپنے شہر میں کسی ایسے اندھے آدمی کے وجود کا علم ہے جو سینکڑوں آنکھ والوں پر بھاری ہو۔''

حمید نے ڈیگال کے اس جملے پر قہقہہ لگایا لیکن فریدی میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

''کہتے جاؤ.... میں سن رہا ہوں۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''لوزاٹا.... چند ماہ پیشتر کیپ ٹاؤن میں تھا۔''

''لوزاٹا کون؟''

''لوزاٹا.... وہ اندھا جنوبی افریقہ میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ حقیقتاً کہاں کا باشندہ ہے یہ کسی کو نہیں معلوم۔ لیکن افریقہ کے ڈاے گاگا قبیلے کا ایک دیوتا لوزاٹا کہلاتا ہے۔ جس کے معنی ہیں اندھیرے کا مالک۔''

حمید عجیب نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُسے فریدی کی سنجیدگی پر ہنسی آ گئی۔ فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا اور حمید کہنے لگا۔ ''میں اُس اندھے کو جانتا ہوں اس کا نام لوزاٹا نہیں بلکہ ڈھمپ کٹل چرخ پٹاخ پوں ہے۔ کس حماقت میں پھنسے ہیں آپ..... یہ سالے فورٹونٹی ہیں۔''

پھر ڈیگال کی طرف دیکھ کر اردو میں بولا۔ ''تم لوگوں سے مجھے نفرت ہوگئی ہے۔ آئے ہو اتنی دور سے اور اپنے ہمراہ ایک ہیجڑوں کی شکل کی لڑکی لائے ہو جس سے میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں لے سکتا۔''

''کیا کہہ رہے ہیں۔'' ڈیگال نے فریدی سے پوچھا۔

''کچھ نہیں تم اپنا بیان جاری رکھو۔''

''اُس نے مسٹر عدنان کو دھوکہ دے کر ایک بہت بڑی رقم وصول کی.... اور یہاں چلا آیا.... ہم اُس کے تعاقب میں یہاں آئے تھے۔''

''لیکن.... مسٹر عدنان نے خود ہی زحمت کرنے کی ضرورت محسوس کیوں کی۔ وہ اپنے ہائی کمیشن کے ذریعہ سرکاری طور پر اس کے خلاف چارہ جوئی کر سکتے تھے۔''

''یہی مشورہ میں نے بھی دیا تھا۔'' ڈیگال جلدی سے بولا۔

''لیکن مسٹر عدنان نہیں مانے.... آخر کیوں!''

''میں کیا بتا سکتا ہوں....!''

''لڑکی ضرور بتا سکے گی۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''میں نور جہاں کا قصہ سننا چاہتا ہوں۔''

''وہ شہنشاہ جہانگیر کی بیوی تھی۔'' حمید بولا۔ ''اس کی پہلی شادی علی قلی خاں.... یا علی

خاں قلی سے ہوئی تھی۔''

''تم خاموش رہو.... یا یہاں سے چلے جاؤ۔'' فریدی اس پر الٹ پڑا۔

''اب میں کہاں جاسکتا ہوں.... قصہ نور جہاں کا ہے۔''

''آپ نے ایک بار پہلے بھی یہ نام لیا تھا لیکن میں اسکے متعلق کچھ نہیں جانتا۔'' ڈیگال بولا۔

''شاید لڑکی جانتی ہو۔'' فریدی نے کہا۔

''پتہ نہیں....!'' ڈیگال بیزاری سے بولا اور بیہوش لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

''اندھا کہاں رہتا ہے؟''

''معلوم نہیں.... مسٹر عدنان نے اُسے یہاں کے کسی فٹ پاتھ پر بھیک مانگتے دیکھا تھا۔'' حمید نے پھر قہقہہ لگایا اور فریدی کا شانہ جھنجھوڑ کر بولا۔ ''سنئے اگر وقت ہی برباد کرنا ہے تو چلئے کرکٹ کھیلیں۔ بڑی سہانی رات ہے۔''

''تم نہیں جانتے.... خاموش رہو۔''

''مائی ڈیئر مسٹر ہارڈ اسٹون! مجھے اس سے بھی زیادہ دلچسپ کہانیاں یاد ہیں۔ رانی سرنگا کی کہانی۔ سوتے جاگتے کا قصہ۔ ببر بادشاہزادی کی داستان۔ موڈرن کہانیوں میں علی بابا اور چل ٹم ٹم کا قصہ۔''

فریدی اسکی بکواس پر دھیان نہ دے کر ڈیگال سے بولا۔ ''کیا اندھے کا کوئی گروہ بھی ہے۔''

''آپ گروہ کہتے ہیں۔'' ڈیگال نے کہا۔ ''وہ جہاں بھی رہتا ہے شاہانہ شان سے۔''

''اور فٹ پاتھ پر بھیک بھی مانگتا ہے۔'' حمید اردو میں بڑبڑایا۔ ''فریدی صاحب اس سے تو یہی بہتر تھا کہ آپ جاسوسی سے توبہ کرکے ناول نگاری کا شوق فرماتے۔''

ڈیگال خاموش ہوکر حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نظر فریدی کی طرف اٹھی۔

''میرے دوست کو کسی ایسے اندھے آدمی کے وجود پر یقین نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''انہیں یقین آجائے گا۔'' ڈیگال نے سنجیدگی سے کہا۔ ''کیا آپ نے اب سے تین سال قبل اخبارات میں ایک حیرت انگیز خبر نہیں پڑھی تھی کہ لندن میں ایک اندھے نے چیرنگ

کراس سے پکاڈلی تک کار ڈرائیو کر کے پورے شہر میں سنسنی پھیلا دی۔“

”اوہ....!“ فریدی چونک کر بولا۔”تو یہ وہی اندھا ہے۔“

”جی ہاں....وہی۔“

”تب تو....نور جہاں....!“ فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”کیا....؟“ ڈیگال کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ لیکن وہ اچانک خاموش ہو گیا۔ فریدی کی عقابی آنکھیں ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر پڑیں پھر وہ مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

”اچھا مسٹر ڈیگال.... ہم دیکھیں گے۔“ اس نے کہا۔”لیکن تم لوگ پولیس کو اطلاع دیئے بغیر ہوٹل کے باہر قدم نہیں نکالو گے۔“

## بکرے سے اندھے تک

دوسری صبح حمید فریدی سے الجھ پڑا۔ اُسے سب سے زیادہ تاؤ خود اپنی حماقت پر آ رہا تھا کہ اُس نے پچھلی رات کا زیادہ تر حصہ لغویات میں گزار دیا۔ وہ محض اس توقع پر ہوٹل ڈی فرانس میں سر مارتا رہا تھا کہ فوزیہ کو دیکھ کر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہو سکے گا....مگر وہ ایک بالکل ہی معمولی شکل وصورت کی لڑکی ثابت ہوئی۔ حمید کا خیال تھا کہ وہ لڑکی بھی اپنے باپ کی سازش میں شریک ہے۔ اندھے والی کہانی پر اُسے یقین نہیں آیا تھا....اس کے خیال کے مطابق عدنان کا خاتمہ کرنے کے لئے چار مقامی بدمعاشوں کو کرائے پر حاصل کیا گیا تھا۔ اُن میں سے ایک عدنان کے ہاتھوں مارا گیا اور بقیہ تین آدمیوں نے اُس کے بعد عدنان کا خاتمہ کر دیا....اور مقصد....مقصد فی الحال تاریکی میں تھا۔

”میں کہتا ہوں۔“ وہ فریدی سے کہہ رہا تھا۔”آخر اس اندھے نے اُن تینوں کو بخش کیوں دیا۔ اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو انہیں کبھی اس دن کے لئے زندہ نہ چھوڑتا کہ وہ پولیس کو

بیان دے سکیں۔''

''تمہیں اندھے کے وجود میں شبہ ہے۔''

''بنڈل سرے سے بنڈل....!''

''لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا.... وہ کار ڈرائیو کرنے والا واقعہ۔ کیا تمہیں یاد نہیں۔ ایک زمانے میں اس کی بڑی شہرت تھی۔''

''رہی ہوگی.... لیکن اس معاملے میں اس کا کیا تعلق۔ آخر آپ کس بناء پر اُسے اس سے متعلق سمجھتے ہوں گے۔''

''نور جہاں.... اگر یہ نام نہ لیا گیا ہوتا تو میں بھی اسے کوئی اہمیت نہ دیتا۔''

''اوہ.... تو حقیقتاً کوئی لڑکی اور بھی ہے۔ یقیناً وہ بہت زوردار ہوگی.... ورنہ عدنان مرتا کیوں۔''

''لڑکی....!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''اچھا ہے تم اسے لڑکی ہی سمجھتے رہو۔''

''ہائیں تو کیا بڑھیا ہے۔''

''ختم کرو یہ قصہ....!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''میرے پاس تمہاری ایک شکایت آئی ہے۔''

''وہ تو آیا ہی کرتی ہیں۔''

''آخر تمہارا بچپنا کب رخصت ہوگا.... خود مذاق بنتے ہو اور مجھے بھی بدنامی نصیب ہوتی ہے۔''

''بات کیا ہے۔''

''ہائی سرکل نائٹ کلب میں بکرا کیوں لے گئے تھے۔''

حمید یک بیک سنجیدہ ہوگیا۔ اتنا سنجیدہ جیسے فریدی نے اُس کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگائی ہو۔

''کیوں نہ لے جاتا۔'' حمید بگڑ کر بولا۔ ''وہاں بعض عورتیں کتے کیوں لاتی ہیں۔''

''مضحکہ خیز بننے کی کوشش نہ کیا کرو۔ میں نے سنا ہے کہ تم اور انور نائٹ کلب کے منیجر کو بہت پریشان کرتے ہو۔''

''لیکن وہ کمبخت اس کے باوجود بھی اشعار سنانے سے باز نہیں آتا۔''

''اس قسم کی حرکتوں سے فائدہ کیا ہوتا ہے۔''

''میں کہتا ہوں کتوں کو ساتھ لئے پھرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور خصوصاً یہ عورتیں.... بچوں کو تو گھر پر چھوڑ دیتی ہیں اور کتوں کو گود میں لئے پھرتی ہیں۔ ان کی نفسیات آج تک میری سمجھ میں نہ آسکی۔''

''بچے کتوں سے زیادہ شور مچاتے ہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''نہیں بتایئے! آپ تو ماہر نفسیات بھی ہیں۔''

''دوسروں کو مستقل طور پر غلام بنائے رکھنے کی لاشعوری خواہش۔ آدمی سے اس کی توقع فضول ہے لہٰذا توجہ جانوروں کی طرف مبذول ہوتی ہے اور جانوروں میں کتے سے زیادہ سعادت مند جانور اور کوئی نہیں ہوتا.... ہروقت دم ہلاتا رہتا ہے۔ عورتوں میں غلام بنانے کی خواہش مردوں سے زیادہ ہوتی ہے۔''

''کیا میں آپ کو بھی عورت سمجھوں۔''

''کیوں....؟''

''آپ نے درجنوں کتے پال رکھے ہیں اور میں نے ایک بکرا پال لیا تو اُس پر اتنا غصہ۔''

ہائی سرکل نائٹ کلب کا منیجر برآمدے میں کھڑا تھا۔ یہ چھوٹے قد، دبلے جسم اور ستے ہوئے چہرے کا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اسے سلگانے ہی جارہا تھا کہ کمپاؤنڈ میں ایک کار داخل ہوئی جس کی کھڑکی سے ایک بکرا سر نکالے بڑے دلآویز انداز میں جگالی کرر ہا تھا۔ منیجر نے سگریٹ جیب میں ڈال لیا اور دانت پیس کر خلاء میں مکا مارنے کے سے انداز میں ہاتھ کو جنبش دی۔

کار سے حمید اترا اور پھر اس نے بکرے کو بھی کھینچ کھانچ کر باہر نکال لیا۔

''مسٹر حمید! خدا کے لئے۔'' منیجر ہاتھ پھیلا کر گھگھیاتا ہوا آگے بڑھا۔

''میری جیب میں کھلے ہوئے پیسے نہیں ہیں۔'' حمید لاپروائی سے بولا۔ وہ اس جغادری بکرے کا پٹہ پکڑے اسے مہندی کی باڑھ پر منہ مارنے سے روک رہا تھا۔

''آپ میرا بیڑا غرق کردیں گے۔''

''آپ نے فریدی صاحب سے شکایت کیوں کی؟''

''شکایت.... نہیں تو.... وہ میں نے کہا تھا کہ ایسی جگہوں پر لانے سے بکرے کے اخلاق پر بُرا اثر پڑ سکتا ہے۔''

بکواس ہے.... میرا بکرا نہایت سلیم الطبع اور برخوردار قسم کا ہے۔ وہ بُروں سے اچھائیاں سیکھتا ہے۔ ایسا بکرا شیخ سعدی کو بھی نہ نصیب ہوا ہوگا۔ اچھا کوئی عمدہ سا شعر سنائیے۔''

''دیکھئے.... میں بہت پریشان ہوں۔ آپ بکرے کو اندر نہیں لے جاسکتے۔ پچھلی بار سے کئی معزز آدمیوں نے یہاں آنا چھوڑ دیا ہے۔''

''پھر کتے کیوں آتے ہیں۔ اگر کتے آئیں گے تو بکرا بھی جائے گا۔''

''بکرے کو دیکھ کر کتے بھونکنے لگتے ہیں۔'' منیجر نے کہا۔ ''میرے حال پر رحم کیجئے اور آپ ایسی حرکتیں کرتے ہوئے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ آپ بھی کافی معزز آدمی ہیں۔''

''جی نہیں میں چمار ہوں.... بکرا مجھ سے جدا نہیں ہوسکتا۔''

''آپ نہیں لے جاسکتے۔'' منیجر بے بسی سے چیخا۔

''اچھی بات ہے۔ اب دیکھوں گا تمہاری شراب کی ناجائز تجارت۔''

''مسٹر حمید....!'' منیجر کا لہجہ نرم ہوگیا۔

''تو پھر میں اس بکرے کو کہاں چھوڑوں۔''

''میں انتظام کردوں گا۔''

''نہیں آپ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنے کا وعدہ کریں تو.... میرا مطلب ہے کہ اپنے آفس میں۔''

''مجھے منظور ہے۔'' منیجر نے اطمینان کا سانس لیا۔

منیجر نے اپنے دفتر کا کمرہ کھولا اور حمید نے بکرے کو دھکیل کر اندر کر دیا۔

''اُسے تنہائی نہ محسوس ہونے پائے.... سمجھے.... ہاں....'' حمید نے کہا اور ہال میں چلا گیا۔ منیجر برآمدے ہی میں کھڑا طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔ وہ فطرتاً کچھ اس قسم کے بوڑھوں میں سے تھا جنہیں بچے بھی چٹکیوں میں اڑا دیتے ہیں۔ حمید اُسے خاص طور سے چھیڑتا رہتا تھا اور حقیقت تو یہ تھی کہ منیجر اس کے خلاف کوئی قدم بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ حمید اس کی تجارت کے بعض ناجائز پہلوؤں سے اچھی طرح واقف تھا۔ دفعتاً اسے پھر ہال کے ایک قریبی دروازے میں حمید کی شکل دکھائی دی جو اُسے گھور رہا تھا۔

''ہائیں....آپ نے اُسے تنہا چھوڑ دیا ہے۔'' حمید نے غصیلی آواز میں کہا اور منیجر جلدی سے اپنے دفتر چلا گیا۔ یہاں بکرا بڑی سعادت مندی سے جگالی کرتا ہوا اس کی میز کا جائزہ لے رہا تھا۔ منیجر کے داخل ہوتے ہی وہ اسے نیم باز آنکھوں سے دیکھ کر اس طرح ممیایا جیسے دیر سے غیر حاضری کی وجہ پوچھ رہا ہو۔

''ارے تجھے خدا غارت کرے.... ہٹ میز کے پاس سے۔'' منیجر اسے میز کے قریب سے دھکیلتا ہوا بڑبڑایا۔ لیکن بکرا سرجنٹ حمید کا تھا۔ اس نے اس کی پرواہ کئے بغیر اپنی جگالی جاری رکھی۔

دفعتاً اس کی نظر اس الماری پر پڑی جس میں ایک بڑا سا آئینہ لگا ہوا تھا۔ آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر اس نے گردن اکڑائی۔ دو قدم پیچھے ہٹا پھر پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر آئینے پر ٹکر مارنے ہی جا رہا تھا کہ منیجر چیختا ہوا درمیان میں آ گیا۔ اس طرح وہ ٹکر تو نہ مار سکا لیکن اس کی اگلی ٹانگوں کے ساتھ ہی ساتھ منیجر بھی زمین پر آ رہا۔ بکرا دوسری ٹکر کی تیاری کرنے لگا تھا۔ منیجر بے اختیار اٹھ کر اس سے لپٹ پڑا۔ اس دھینگا مشتی میں ایک کرسی الٹ گئی۔ بکرے کو بھی شاید تاؤ آ گیا تھا۔ وہ بار بار آئینے ہی کا رخ کرتا تھا۔ منیجر بُری طرح ہانپ رہا تھا اور اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آوازیں اور گالیاں نکل رہی تھیں۔ ایک بار بکرے نے.... میز سے سینگیں اڑائیں اور زور کرنے لگا۔ منیجر نے لاکھ چاہا کہ اسے ہٹا دے مگر کامیاب نہ ہوا۔ آخر کار میز بھی الٹ

گئی۔ منیجر حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ بدحواسی میں وہ میز کی طرف جھک پڑا تھا۔ اتنے میں بکرے کو موقع مل گیا اور اس نے آئینے پر ایک ٹکر ہی رسید کر دی۔ کئی ٹکڑے کھنکھناتے ہوئے فرش پر آ گرے۔

''ابے او...... حرامی کے پلے۔'' منیجر اپنا سر پیٹ کر چیخا۔

''نوکر کمرے میں گھس آئے۔ بکرا نہ جانے کیا سمجھا۔ اس نے چیختے ہوئے منیجر کے سینے پر ایک ٹکر رسید کی اور پھر نوکروں کی طرف پلٹ پڑا۔ نوکر معاملے کی نوعیت بھی نہیں سمجھ پائے تھے کہ ان میں سے ایک کو بڑی زوردار ٹکر نصیب ہوئی۔ وہ پیچھے گرا اور بکرے نے اس کے اوپر سے جست لگائی۔ دوسرے لمحے میں وہ برآمدے میں تھا۔ شامت اعمال، کمپاؤنڈ میں کسی صاحب کے دو کتے خوش فعلیوں میں مشغول تھے۔ انہوں نے بکرے کو دیکھا تو بھونکتے ہوئے اس کی طرف لپکے۔ بکرا ہال میں گھس گیا۔ شام کا وقت تھا اس لئے ہال قریب قریب بھرا ہوا تھا۔ سرجنٹ حمید اور اُس کے ایک شناسا میں شطرنج کی ٹھن گئی تھی۔ جیسے ہی بکرا ہال میں گھسا کئی طرح کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اُس کے تعاقب میں کتے بھی گھس آئے تھے۔ حمید بدقت تمام اپنی ہنسی روک سکا۔ لیکن وہ بکرے کو پکڑنے کے لئے اٹھا نہیں۔

قریب ہی کی میز پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ ''کیا بات ہے۔''

''عجیب....!'' اس کا ساتھی بولا۔ ''ایک بکرا گھس آیا ہے۔''

''بکرا....!'' آدمی حیرت سے بولا۔ ''بکرے کا یہاں کیا کام....!''

اور دفعتاً حمید بکرے کو بالکل ہی بھول گیا۔ وہ بڑی توجہ سے اس آدمی کو دیکھنے لگا تھا جس نے اپنے ساتھی سے غل غپاڑے کی وجہ دریافت کی تھی۔ یہ ایک طویل القامت اور قوی الجثہ آدمی تھا۔ آنکھوں پر گہرے نیلے رنگ کے شیشوں کی عینک تھی اور وہ ایک نہایت نفیس سوٹ میں ملبوس تھا۔

''کیا....؟'' حمید کے ذہن میں ایک سوال گونجا۔ ''اُس نے بکرے کو نہیں دیکھا۔''

بکرا ٹھیک اس کی میز کے قریب سے گذرا تھا۔ حمید کے ذہن میں سیٹیاں سی بجنے لگیں۔

کیا وہ اندھا تھا.... اندھا....؟ لیکن بادی النظر میں وہ اندھا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ حمید ذہنی ہیجان میں مبتلا ہو گیا.... کیا.... ڈیگال کا بیان صحیح تھا۔ حمید نے فوراً ہی ایک دوسری بات بھی محسوس کی۔ وہ آدمی اپنے ساتھی کے ساتھ شطرنج بھی کھیل رہا تھا.... وہ شطرنج تو کھیل رہا تھا۔ لیکن بکرا اُسے نہیں دکھائی دیا تھا۔ عجیب بات.... پھر حمید کی متجسس نگاہوں میں ایک بات اور بھی آئی.... ہال کے سارے لوگوں کی نظریں بکرے پر تھیں لیکن وہ نیلی عینک والا بدستور بساط پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے ایک بار بھی بکرے کی طرف رخ نہیں کیا۔ حالانکہ اس کا ساتھی کھڑا ہو کر بکرے کی دھما چوکڑی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

تو وہ اندھا تھا.... سو فیصدی اندھا.... ورنہ اسے بھی فطرتاً بکرے میں دلچسپی لینی چاہئے تھی۔ انہونی باتیں ہر ایک کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالیتی ہیں.... اور وہ بھی ایک انہونی تو تھی۔ نائٹ کلب میں بکرا۔

حمید نے منیجر کی طرف دھیان نہ دیا جو اُسے بُری طرح جھنجھوڑ رہا تھا۔

''کیا ہے بھئی.... چلو چھوڑو.... بازی ختم کرو۔'' نیلی عینک والے نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''بکرا کسی طرح قابو میں نہیں آتا۔'' اس کا ساتھی بولا۔

''جہنم میں گیا بکرا.... بازی ختم کرو۔''

''کیا ہے بھئی!'' دفعتاً حمید منیجر کی طرف پلٹا۔

''میں برباد ہو گیا.... لیکن خدا کی قسم تمہیں نقصان بھرنا پڑے گا۔'' منیجر ہانپتا ہوا بولا۔

''تم اُس سے غافل ہو گئے ہو گے۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ پھر وہ منیجر کو باہر برآمدے میں کھینچ لے گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ہال میں اس سے کسی قسم کی تکرار ہو۔

''تم بیکار جھک مار رہے ہو۔'' حمید نے کہا۔ ''کیوں آمادہ ہو گئے تھے اُسے سنبھالنے پر۔ اگر انکار کرتے تو میں واپس چلا گیا ہوتا۔''

''اب الٹی دھونس جماؤ گے۔'' منیجر بھنا کر بولا۔

''بات بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اپنے نوکروں سے کہو کہ اسے میری کار میں ٹھونس دیں۔''

''اور یہ نقصان کون بھرے گا۔'' منیجر آفس کا دروازہ کھولتا ہوا بولا۔

''تم ضرور اس سے بداخلاقی سے پیش آئے ہو گے۔'' حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

اتنے میں نوکر بکرے کو برآمدے میں گھسیٹ لائے۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں معاملہ طوالت نہ اختیار کر جائے۔ اگر ایسا ہوا تو ممکن ہے کہ وہ اندھے کو ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ اس طرح اس سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ ورنہ وہ زندگی بھر اُس کے متعلق یہ اندازہ نہ لگا پاتا کہ وہ اندھا ہے۔

دفعتاً حمید کو یاد آیا کہ اس کی چیک بک جیب ہی میں موجود ہے۔

''سنو پیارے۔'' حمید منیجر کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ ''تمہارے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ تم فی الحال اس سعادت اطوار بکرے کو کسی نوکر کے کوارٹر میں بندھوا دو۔''

''ہرگز نہیں....کبھی نہیں۔'' منیجر پیر پٹخ کر بولا۔

حمید نے جیب سے چیک بک نکالی اور سادے چیک پر دستخط کر کے منیجر کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''اپنے نقصان کا تخمینہ لگا کر رقم لکھ لینا....چلو شاباش....ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔''

منیجر چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر اس نے چیک لے کر اپنی جیب میں ٹھونس لیا۔

''میز الٹ دی'' وہ بڑبڑایا۔ ''آئینہ چور چور کر دیا اور وہ میرا جسم ریزہ ریزہ ہو گیا۔''

''یار ختم بھی کرو قصہ....میری شطرنج کی بازی برباد ہو رہی ہے۔''

منیجر نے ایک نوکر سے بکرے کو لے جانے کو کہا۔

حمید پھر ہال میں لوٹ آیا۔ حمید کا ساتھی بساط بچھائے بیٹھا اُس کا انتظار کر رہا تھا اور دوسری میز پر نیلی عینک والا ابھی اپنے ساتھی کے ساتھ بازی میں مشغول تھا۔ حمید پھر جم گیا۔ لیکن اس بار اس کا دل نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے کئی بے سروپا چالیں چلیں اور اس کے مہرے دھڑا دھڑ پٹتے گئے۔ اس کا ذہن اُس اندھے میں الجھا ہوا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اس کا شبہہ سرے سے غلط ہی نہ ہو۔ ضروری نہیں کہ یہ وہی اندھا ہو جس کی تلاش فریدی کو تھی۔ یہ خیال آتے ہی اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اگر ایسا ہی ہوا تو اسے وہ چیک قیامت تک یاد رہے گا۔

جو اُس نے جھگڑا ختم کرنے کے لئے منیجر کو دیا تھا۔ اس کی نظریں ایک بار پھر اندھے کھلاڑی پر جم گئیں۔ وہ بڑی دانش مندی سے چالیں چل رہا تھا۔ کیا یہ ایک اندھے کے لئے حیرت انگیز بات نہیں تھی۔ اس نے آج تک کسی اندھے کو شطرنج کھیلتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن وہ اندھا جو کار ڈرائیو کر سکتا ہو وہ بھی لندن جیسے مشغول شہر مین اُس کے لئے شطرنج کیا وقعت رکھتا ہے۔

اندھے کا ساتھی اسے اپنی چال کے متعلق بتاتا جاتا تھا۔ لیکن خود اندھا ابھی تک ایک بار بھی چال چلتے وقت نہیں ہچکچایا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پوری بساط اس کے ذہن میں محفوظ ہو۔

حمید یوں ہی اندھا دھند چالیں چل رہا تھا۔ آخر کار اُسے جلدی مات ہوگئی اور وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

''دوسری بازی....!'' اس کے ساتھی نے پوچھا۔

''ٹھہرو.... میں ایک منٹ میں آیا۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ وہاں سے وہ سیدھا منیجر کے آفس میں آیا....اور یہاں کی ابتری پر دھیان دیئے بغیر فریدی کو فون کرنے لگا۔

# دھوکا

حمید پھر ہال میں واپس آ گیا۔ اندھے کی بازی ختم ہوگئی تھی اور اب وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے خاموش بیٹھا تھا۔ اس کا ساتھی شاید کہیں چلا گیا تھا۔

حمید کے ساتھی نے دوبارہ مہرے جمانے شروع کیئے۔

''اب بس....!'' حمید نے کہا۔ ''کچھ پیو گے۔''

''نہیں سورج غروب ہونے سے پہلے میں کچھ نہیں پیتا۔'' اُس کے ساتھی نے کہا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ ہال میں کافی رونق تھی . . . اور کئی عورتیں حمید کو گھور رہی تھیں۔ شاید ان میں سے ایک آدھ ایسی بھی رہی ہوگی جنہوں نے اسے پچھلے موقع پر بکرے کے ساتھ دیکھا ہو۔

حمید نے دیدہ و دانستہ ان کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا۔ پھر برآمدے میں اُسے ایک بڑی خوبصورت لڑکی نظر آئی۔ وہ ہال میں داخل ہوئی چند لمحے ادھر اُدھر دیکھتی رہی پھر تیر کی طرح اُس کی میز کی طرف آئی جس پر اندھا بیٹھا ہوا تھا۔

اندھے کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں اور پھر وہ مسکرانے لگا۔ لڑکی میز پر ہاتھ ٹیک کر جھکی اور آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگی۔ اُس کے اوپری ہونٹ کی جنبش بڑی ترغیب انگیز تھی۔

نہ جانے کیوں اُسے دیکھ کر حمید کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں گدگدی کی سی کیفیت کا احساس ہونے لگا۔ اندھے کے ہونٹ سکڑے ہوئے تھے اور شاید وہ غیر معمولی توجہ سے لڑکی کی بات سن رہا تھا۔ اچانک وہ اٹھا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا ہال سے نکل گیا۔ اس کے اس رویّے پر حمید ایک بار پھر الجھن میں مبتلا ہو گیا۔ کوئی اندھا کسی سہارے کے بغیر اس طرح نہیں چل سکتا۔ لیکن جلد ہی اسے کار ڈرائیو کرنے والی روایت یاد آ گئی۔ لڑکی بھی اس آدمی کے پیچھے چلی جا رہی تھی۔ وہ کمپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی ایک کار میں بیٹھ گئے۔ اندھا پچھلی سیٹ پر تھا اور لڑکی نے انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔

''دوست مجھے ذرا ایک کام یاد آ گیا ہے۔'' حمید اٹھتا ہوا اپنے ساتھی سے بولا۔

وہ ہنسنے لگا۔ اس نے کہا۔ ''لونڈیا کے پیچھے؟''

''ارے نہیں.... لاحول.... ولا....!''

اندھے کی کار پھاٹک کے باہر پہنچ چکی تھی۔ حمید نے اپنی کار کا انجن اسٹارٹ کیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی وہاں ضرور آئے گا۔ لیکن وہ انہیں چھوڑ کس طرح سکتا تھا۔ اس کی کار باہر نکلی.... اندھے کی کار کافی فاصلے پر تھی.... تعاقب شروع ہو گیا۔

اگلی کار چونکہ بھری پُری سڑکوں سے گذر رہی تھی اس لئے حمید کو زیادہ احتیاط کی ضرورت نہ تھی۔ دونوں کا فاصلہ بہت کم تھا۔ اچانک اگلی کار ایک جگہ سڑک سے اُتر کر ایک گلی میں مڑ گئی۔ حمید کو اس کی توقع نہیں تھی۔ حمید نے اپنی کار بھی سڑک سے اتاری۔ اگلی کار نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی اور حمید گلی میں مڑنے ہی جا رہا تھا کہ ایک ٹھیلا جو داہنی طرف سے آ رہا تھا گلی کے

دہانے پر رک گیا۔ حمید نے ہارن دیا جتنی دیر میں ٹھیلا ہٹا اگلی کار وہ گلی پار کر کے دوسری سڑک پر مڑ گئی تھی۔

راستہ ملتے ہی حمید تیز رفتاری کے ساتھ گلی سے گزر گیا۔ اگلی کار ٹریفک کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ دور نہیں جا سکی تھی۔

تعاقب جاری رہا۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور اب دھند لکے کی ملگجی چادر کائنات پر محیط ہوتی جا رہی تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر اس بھاگ دوڑ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ اگلی کار اس طرح مختلف سڑکوں کے چکر لگا رہی تھی جیسے ڈرائیو کرنے والی کا مقصد محض تفریح ہو۔

اور پھر جب کار آرلکچو کی کمپاؤنڈ میں داخل ہونے لگی تو حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس کے بعد ہی حمید بھی اپنی کار کمپاؤنڈ میں لے گیا۔

لیکن.... تحیر اور استعجاب کا وہ لمحہ.... شائد وہ حمید کو زندگی بھر یاد رہے۔ اس کار سے نہ تو لڑکی اتری اور نہ اندھا.... ڈرائیور کی سیٹ سے ایک ملٹری آفیسر اُتر رہا تھا۔ وہ اپنی پوری وردی میں تھا۔ حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ سو فیصدی وہی کار تھی۔ اگر حمید کو اس کے نمبر یاد نہ ہوتے تو وہ سمجھتا کہ دھوکا کھا گیا ہوگا۔ نمبر اس کے ذہن میں محفوظ تھے۔ پھر کیا ہوا؟ وہ اندھا اور لڑکی کیا ہوئے؟

اس نے فوجی آفیسر کو آرلکچو کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔

وہ تیزی سے اس کار کے قریب آیا۔ دونوں سیٹیں خالی تھیں۔ چند لمحوں کیلئے وہ بالکل ہی خالی الذہن ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ دفعتاً وہ چونکا اور پھر جھپٹتا ہوا ڈائننگ ہال میں داخل ہو گیا۔

وہ کئی منٹ تک سرگرداں رہا لیکن وہ فوجی افسر نہ دکھائی دیا۔ پھر اس نے ویٹروں سے پوچھ گچھ شروع کی۔ نتیجہ مایوس کن برآمد ہوا۔ ایک ویٹر نے اُسے بتایا کہ ایک فوجی ابھی آیا ضرور تھا لیکن پھر وہ عقبی دروازے سے باہر چلا گیا۔ حمید نے اس منحوس عقبی دروازے کے درشن

کیئے اور دل ہی دل میں گالیاں بکتا ہوا واپس آیا اور پھر جیسے ہی وہ باہر نکلا اس کے پیروں تلے سے زمین نکل کر کسی طرف کھسک گئی۔ کیونکہ اب وہ کار بھی غائب تھی اور جب وہ اپنی کار کی طرف متوجہ ہوا تو سر پر سے آسمان بھی نکل گیا۔ کار کے ایک اگلے پہیئے کا ٹائر کسی نے چاقو سے کاٹ دیا تھا۔ حمید پھر واپس جا رہا تھا۔

فوجی عقبی دروازے سے نکلا اور چکر لگا کر پھر کمپاؤنڈ کے پھاٹک پر آ کھڑا ہوا۔ جیسے ہی حمید ڈائننگ ہال میں داخل ہوا فوجی نے مہندی کی باڑھ کی اوٹ لے کر اس کی کار کی طرف بڑھنا شروع کیا جہاں حمید نے اپنی کار کھڑی کی تھی۔ اُدھر زیادہ روشنی نہیں تھی اور کار کا ایک پہیہ مہندی کی باڑھ سے لگا ہوا تھا۔ فوجی نے جیب سے بڑا سا چاقو نکالا اور ٹائر کو ریتنے لگا۔ نتیجہ برآمد ہونے میں دیر نہیں لگی۔ پھر اس نے اپنا کوٹ اتارا اور اسے بغل میں دبا کر سیدھا اپنی کار کی طرف آیا۔ چند لمحوں کے بعد کار کمپاؤنڈ کے باہر تھی۔

تھوڑی دور چل کر اس نے کار ایک سنسان گلی میں موڑ کر روک دی۔ پھر اُس نے سیٹ کے نیچے سے ایک نمبر پلیٹ نکالی اور اسے پہلی والی نمبر پلیٹ پر فٹ کر دیا۔

کار دوبارہ چل پڑی۔

وہ ابھی مختلف سڑکوں سے گذر رہی تھی کہ پولیس کی پٹرول کاریں جن میں ریڈیو ٹرانسمیٹر فٹ تھے چاروں طرف دوڑنے لگیں۔ شائد سرجنٹ حمید نے آر لکچو سے گمشدہ کار کے متعلق پولیس ہیڈ کوارٹر کو مطلع کر دیا تھا۔ نمبر تو اُسے یاد ہی تھے۔ لیکن کار کا ڈرائیور بڑی لاپروائی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے آسکر اسٹریٹ کی ایک شاندار عمارت کے سامنے کار روک دی۔ عمارت کے اندر پہنچ کر وہ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک میز کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور میز پر صرف ایک فون رکھا ہوا تھا۔ اُس نے نمبر ڈائیل کیئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

''لوزاٹا.... لوزاٹا....!'' وہ ایک لحظہ کے لئے رکا۔ پھر بولا۔ ''تیرا غلام گازالی بول رہا ہے.... سب ٹھیک ہوگیا.... میں اُسے چکر دیتا ہوا آرلکچو میں لے گیا۔''

پھر اس نے اپنے فرار کی داستان دہرادی۔

''گازالی.... لوزاٹا تجھ سے خوش ہوا۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''کیا مانگتا ہے۔''

''عظیم لوزاٹا.... تیرے غلام کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ گازالی اس لڑکی کو چاہتا ہے جس کا باپ تیرے مقدس ہاتھوں سے دوسری دنیا میں پہنچ گیا۔''

''گازالی....!'' دوسری طرف سے تنبیہہ آمیز لہجے میں کہا گیا۔

''عظیم لوزاٹا....!'' گازالی کانپ گیا۔

''تو لوزاٹا کے غلاموں کے مسلک سے واقف ہے۔''

''عظیم لوزاٹا.... میں رحم کی بھیک مانگتا ہوں۔''

''آئندہ جنسی پیوند کی بات نہ آئے۔''

''ایسا ہی ہوگا.... لوزاٹا....!''

گازالی نے فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

سرجنٹ حمید آرلکچو میں فریدی کا انتظار کررہا تھا۔ پہلے اس نے ہائی سرکل نائٹ کلب کے منیجر کو فون کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ فریدی کچھ دیر تک وہاں اس کا انتظار کرتا رہا تھا پھر اپنا پتہ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ حمید نے منیجر کے بتائے ہوئے پتہ پر فون کیا۔ فریدی وہاں موجود تھا.... اُس نے اسے آرلکچو ہی میں انتظار کرنے کو کہا۔

حمید اس وقت کی شکست پر بُری طرح جھنجھلایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ سب ہوا کیسے! وہ دونوں کہاں اور کیسے غائب ہوگئے تھے.... کیا اسی گلی میں جہاں چند لمحوں کے لئے کار اُس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

حمید کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ شاید بیس منٹ بعد فریدی آرلکچنو کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔

''سب چوپٹ ہوگیا۔'' حمید نے کہا

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ میرے منع کرنے کے باوجود بھی آج تم نے وہی حرکت کیوں کی۔'' فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔

''اوہ.... تو اس چمگادڑ کے بچے نے پھر شکایت کردی۔ اُس نے آپ کو وہ سادہ چیک نہیں دکھایا۔ وہ اچھا خاصا سؤر ہے.... اس نے برخوردار بغرا خاں کو چھیڑا ہی کیوں تھا۔''

فریدی چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''تم نے مجھے وہاں کیوں بلایا تھا۔''

''برخوردار بغرا خاں کے ایک کارنامے کی داد خواہی کے لئے۔'' حمید نے کہا۔ ''لیکن افسوس کہ میں اس عظیم بکرے کو وہاں سے اپنے ساتھ نہ لا سکا تھا ورنہ یہ دن نہ دیکھتا۔''

حمید نے سارے واقعات دہرا دیئے۔ اس نے اُسے بتایا کہ کس طرح وہ محض اسی بکرے کی وجہ سے اس پراسرار اندھے کو پہچان سکا اور کس طرح بکرے کی عدم موجودگی میں اُس سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ فریدی غور سے سنتا رہا۔ درمیان میں دو ایک بار اس نے بولنا چاہا لیکن پھر خاموش ہوگیا۔

جب حمید سب کچھ کہہ چکا تو فریدی بولا۔ ''یہ بہت بُرا ہوا۔ یقیناً وہ لوزاٹا ہی تھا۔ آج میں نے اس کی گذشتہ زندگی کے متعلق اور بھی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ وہ حقیقتاً افریقہ کے ڈاماگاگا قبیلے کا ایک مذہبی پیشوا بھی ہے۔ تمہیں کافی احتیاط برتنی چاہئے تھی۔''

''تو بتایئے نا.... مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''یہی کہ تم نے یہاں ٹھہر کر بیکار وقت ضائع کیا۔ جیسے ہی تم نے اس فوجی کو یہاں دیکھا تھا تمہیں پھر اسی گلی میں واپس جانا چاہئے تھا۔ جہاں ایک ٹھیلے نے تمہاری راہ روک لی تھی۔ یا اُس سے بھی زیادہ آسان طریقہ یہ تھا کہ تم یہاں باہر ہی ٹھہر کر اس فوجی کا انتظار کرتے۔''

''مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اس طرح نکل جائے گا۔''

''بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ آخر ان دونوں کے بجائے کار میں اُس فوجی کی موجودگی کا

کیا مطلب تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ ہوشیار ہو گئے تھے۔ انہوں نے تمہیں دھوکا دیا تھا۔ ان کی جگہ فوجی نے اس لئے نہیں لی تھی کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر آئس کریم کا لطف اٹھانا چاہتا تھا۔''

''چلئے میں گدھا....!'' حمید جھلا کر بولا۔''اب آپ ہی تیر ماریئے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

''تھوڑی دیر بعد حمید نے کہا۔''مجھے کار کا نمبر یاد تھا۔'' میں نے پولیس ہیڈ کوارٹر کو اُس سے مطلع کر دیا۔''

''اور تم سمجھتے ہو کہ وہ کار پکڑی گئی ہوگی۔''

''نہ بھی پکڑی گئی ہوگی تو کیا میں کنوارا مر جاؤں گا.... یہ سالے دنیا بھر کے اندھے لولے لنگڑے اسی شہر میں آمرتے ہیں۔''

''میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم اس کیس میں دلچسپی لو۔'' فریدی تلخ لہجے میں بولا۔

''بہتر ہے! میں نے ابھی تک آپ کیلئے جتنی معلومات فراہم کی ہیں انہیں واپس لیتا ہوں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھا رہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔

ہوٹل ڈی فرانس کے ایک کمرے میں فوزیہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ کسی نے باہر سے دروازے پر دستک دی۔

''آجاؤ....!'' فوزیہ نے ٹہلتے ٹہلتے رک کر کہا۔

دروازہ کھلا اور ڈیگال اندر داخل ہوا۔

''کیا بات....؟'' فوزیہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''لیوکاس بہت شرمندہ ہے بے بی۔ اُس سے حماقت ہوئی۔ اُسے وہ طریقہ نہ اختیار کرنا چاہئے تھا۔ یقین مانو.... اس کی قسمت بخیر تھی۔ اُس نے محض اس لئے تمہیں بیہوش کیا تھا کہ کہیں پولیس تم سے اصل بات نہ معلوم کر لے۔ مسٹر عدنان زندہ نہیں ہیں لیکن ان کا نام بڑا تھا

اور ہمیشہ رہے گا۔ ہم نہیں چاہتے کہ ان کے نام پر دھبہ لگے۔ اگر نور جہاں والی بات ظاہر ہو جائے تو.... تم خود سوچو۔''

''لیکن تم نے ڈیڈی کی موت کے متعلق مجھ سے کیوں چھپایا۔''

''میں کس طرح بتاتا بے بی۔ میں نے سوچا تھا کہ آہستہ آہستہ تمہیں بتاؤں گا۔''

''خیر....!'' فوزیہ کچھ سوچنے لگی۔

''اور.... یہ دیکھو....!'' ڈیگال نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر فوزیہ کی طرف بڑھا دیا۔

''کیا ہے؟''

''اسے پڑھو....!''

فوزیہ نے لفافے سے کاغذ نکال لیا۔ جس پر تحریر تھا....

''اندھیرے کا مالک تمہیں حکم دیتا ہے کہ چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ تم سب تاریکی کی مملکت میں پہنچا دیئے جاؤ گے۔ جہاں عدنان اس وقت اندھیرے میں سر ٹکراتا پھر رہا ہے.... اگر تم نے پولیس کو میرے متعلق بتایا تو تمہارا خون تمہاری ہی گردن پر ہوگا۔ میں بے وجہ کشت و خون پسند نہیں کرتا۔ لیکن اپنی راہ میں آئے ہوئے روڑوں کو ہٹانا ہی پڑتا ہے۔''

فوزیہ نے کاغذ کو موڑ توڑ کر پیروں تلے مسل ڈالا۔

''بے بی.... ہمیں جلد از جلد یہاں سے چلا جانا چاہئے۔''

''ہرگز نہیں۔'' فوزیہ نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

''میں ڈرتا نہیں ہوں۔'' ڈیگال نے کہا۔ ''محض تمہاری وجہ سے۔''

''میری پرواہ مت کرو۔'' فوزیہ بولی۔ ''میں اُس اندھے کا خون اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''یہ بہت مشکل ہے بے بی۔ بہت مشکل۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوزاٹا کے ساتھ گازالی بھی ہے اور تم اسے اچھی طرح جانتی ہو۔ وہ کتنے عرصہ تک تمہیں تنگ کرتا رہا تھا۔''

''کچھ بھی ہو..... میں ڈیڈی کے خون کا بدلہ ضرور لوں گی۔''

''بچپنا مت کرو بے بی۔ وہ بہت خوفناک آدمی ہے۔''

''ڈیگال.... اگر تم لوگ اس سے ڈرتے ہو تو مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر واپس جا سکتے ہو۔ میری رگوں میں ایک جنگجو قوم کا خون ہے۔''

''میں پھر کہوں گا کہ تم غلط سمجھی ہو۔ اگر میں ڈرتا ہوتا تو مسٹر عدنان کے ساتھ اس مہم پر نہ آتا۔ مجھ پر تمہاری حفاظت فرض ہے۔''

''اچھا جاؤ..... بیکار مجھے پریشان نہ کرو۔ میرا جو دل چاہے گا کروں گی۔ دوبارہ مجھے تکلیف نہ دینا۔ میں تنہائی چاہتی ہوں۔''

ڈیگال چپ چاپ چلا گیا۔

فوزیہ ٹہلتی رہی۔ اس طرح پندرہ منٹ گذر گئے۔ پھر اُس نے انگڑائی لی اور شاید دروازہ مقفل کرنے کی نیت سے آگے بڑھی ہی تھی کہ کسی نے باہر سے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھلا اور ایک آدمی تیزی سے اندر داخل ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔ فوزیہ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ آنے والے نے دروازہ بند کر کے پیشانی سے ہیٹ کا گوشہ اٹھایا اور کوٹ کے کالر گرا دیئے۔ فوزیہ کے سامنے گازالی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

# ایک شکار

پھر گازالی نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ فوزیہ اُسے گھور رہی تھی اور گازالی اُسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بلی کسی چوہے کو قابو میں کر لینے کے بعد دیکھتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے جنسی درندگی جھانک رہی تھی۔

''تم بغیر اجازت میرے کمرے میں کیوں داخل ہوئے۔'' فوزیہ غرائی۔

گازالی کچھ نہ بولا اور نہ اس کے چہرے پر کسی قسم کا تغیر ہی دکھائی دیا۔ وہ پلک جھپکائے بغیر فوزیہ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

فوزیہ فون کی طرف بڑھی۔ وہ جھپٹ کر اس کے سامنے آ گیا لیکن اب بھی اُس کی پلکیں نہیں جھپکیں۔ وہ برابر فوزیہ کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ فوزیہ کے ہاتھ اُسے دھکیلنے کے لئے اٹھے لیکن آگے نہ بڑھ سکے۔ پتہ نہیں وہ مسحور ہو گئی تھی یا پھر اُسے یہ خدشہ تھا کہ اگر اُس کی پلکیں جھپکیں یا نظر ذرا سی بھی چوک گئی تو وہ اُس پر حملہ کر بیٹھے گا۔ بالکل سانپ اور نیولے کی سی جنگ کا نقشہ تھا۔ فوزیہ چیخ سکتی تھی لیکن اس کے منہ سے ہلکی سی آواز بھی نہ نکلی۔

اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ گازالی چونک پڑا اور پھر وہ دو ہی جستوں میں دروازے کے قریب تھا۔ اُس نے پھر ریوالور نکال کر اس کا رخ فوزیہ کی طرف کر دیا جو کمرے کے دوسرے سرے پر میز کے قریب کھڑی تھی۔

فریدی آرلکچو سے اٹھنے کے بعد ہوٹل ڈی فرانس کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اُسے ڈیگال اور اس کے ساتھیوں سے لوزاٹا کے متعلق کچھ اور بھی پوچھنا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ حمید نے ایک بہترین موقع کھو دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اندھے تک پہنچنا آسان نہ رہا ہوگا تب ہی اس نے عدنان کے کرائے پر مہیا کئے ہوئے آدمیوں میں سے تین کو زندہ نکل جانے دیا تھا ورنہ وہ انہیں بھی ختم کر دیتا۔ اس لاپرواہی کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ خود کو محفوظ سمجھتا ہے اور یہ تو اُسے معلوم ہی ہو چکا تھا کہ لوزاٹا تنہا نہیں ہے جیسے ہی فریدی ہوٹل ڈی فرانس میں داخل ہوا اُس کا متعین کیا ہوا ایک آدمی اس کی طرف تیزی سے آیا۔

''لڑکی کے کمرے میں ابھی ایک اجنبی داخل ہوا ہے۔'' اس نے کہا۔

فریدی سر ہلاتا ہوا اوپری منزل کی طرف چلا گیا۔ راہداری سنسان تھی۔ وہ فوزیہ کے

کمرے کے سامنے پہنچ کر رکا۔

پھر اُس نے آہستہ آہستہ دستک دی۔ شاید ایک منٹ بعد اندر سے فوزیہ کی آواز آئی۔

''آجاؤ....!''

فریدی دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ فوزیہ غسل خانے کے دروازے سے لگی کھڑی تھی اور اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی پیٹھ میں کوئی چیز چبھ رہی ہو۔ غسل خانے کے دروازے سے خفیف سا درہ تھا۔

''کیا بات ہے؟'' فوزیہ نے پوچھا۔ فریدی کو اُسکے لہجے میں کچھ بناوٹ سی محسوس ہوئی۔

''میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ موجود ہیں یا نہیں۔'' فریدی نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''مم.... میں.... مم.... موجود ہوں۔''

''تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''کیا آپ میرے ساتھ ڈائیننگ ہال تک چلیں گی۔''

فوزیہ گھبرا گئی اور یہ اچانک قسم کی گھبراہٹ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

''جج.... جی نہیں.... آپ جا سکتے ہیں۔ میں اس وقت کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔''

''اچھا پھر سہی۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ ''شب بخیر۔''

اس نے تیزی سے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ داہنی طرف کیل سے کمرے کی دو کنجیاں لٹک رہی تھیں۔ فریدی نے ہاتھ بڑھا کر کنجیاں اتاریں اور دروازے کو باہر سے مقفل کر دیا۔ پھر تیزی سے برابر والے کمرے میں بڑھا جو غالباً لیوکاس کا تھا۔ اس نے دستک دیئے بغیر دروازے کا ہینڈل گھمایا اور پھر دوسرے لمحے میں وہ اندر تھا۔ لیوکاس اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا فریدی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔

لیوکاس اُسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے بڑھ کر غسل خانے کے دروازے کو دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔

''کیا بات ہے۔'' لیوکاس نے فریدی کے قریب آ کر آہستہ سے پوچھا۔

''لڑکی کے کمرے میں کوئی ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''ڈیگال ہوگا۔''

''نہیں....کوئی اور....تم میں سے کوئی نہیں ہے۔تم اپنے ساتھیوں کو بلاؤ۔جلدی کرو۔''

بات اب بھی لیوکاس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔وہ حیرت سے منہ کھولے کھڑا رہا۔

''جلدی کرو۔'' فریدی اُسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

لیوکاس چلا گیا۔اُس کے ساتھیوں کے آنے میں دیر نہیں لگی۔

''اوہ....آفیسر....کیا بات ہے۔'' ڈیگال آگے بڑھتا ہوا بولا۔

''کمرے میں لڑکی کے ساتھ کوئی ہے۔'' فریدی نے کہا۔''تم لوگ یہیں ٹھہرو....غسل خانے کے دروازے کا خیال رکھنا اور تم میرے ساتھ آؤ۔''

فریدی نے نیگرو کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔وہ پھر راہداری میں آ گیا۔

اس نے فوزیہ کے دروازے کے قفل میں کنجی لگائی ہی تھی کہ اندر سے کسی نے غرا کر کہا۔

''گولی ماردوں گا....لڑکی کو....اگر کوئی اندر آیا۔''

''ارے....'' سیاہ فام افریقی اچھل پڑا۔

فریدی نے اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

''گازالی....!'' نیگرو نے سرگوشی کی۔''لوزاٹا کا داہنا ہاتھ....نہیں گورنر۔وہ خطرناک ہے۔وہ مسی کو ضرور مار ڈالے گا۔''

فریدی نے ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھول دیا۔

''شائیں....!'' کوئی چیز اُس کے داہنے کان کے قریب سے گذر کر پچھلی دیوار سے ٹکرائی۔وہ پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔فوزیہ بُری طرح چیخ رہی تھی۔لیکن پھر شائد اس کا منہ دبا دیا گیا۔

''ریوالور پھینک دو....!'' فریدی نے باہر سے کہا۔''ورنہ تمہارا جسم چھلنی ہوجائے گا۔''

فوزیہ کی پشت گازالی کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ بائیں ہاتھ سے اس نے اُس کی گردن دبوچ رکھی تھی اور داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس طرح فوزیہ اس کی ڈھال بن کر رہ گئی تھی۔

فائر کی آواز پر بہت سے لوگ راہداری پر اکٹھا ہو گئے تھے۔ فریدی انہیں دروازے کے سامنے آنے سے روک رہا تھا۔

اب گازالی نے ریوالور کی نال فوزیہ کی کمر سے لگا دی اور اُسے دھکیلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ چیختا بھی جا رہا تھا۔ ''اگر کسی نے مجھے چھوا بھی تو.... میں اس لڑکی کو جہنم میں پہنچا دوں گا۔''

وہ دروازے تک آ گیا تھا۔

فریدی نے بے بسی سے مجمع کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اسے اپنی اس وقت کی بے بسی تمام عمر یاد رہے۔ پستول کی نال فوزیہ کی کمر پر تھی۔ گازالی کی انگلی کی ایک خفیف سی جنبش پر اُس کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ مجمع متحیر تھا کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ لوگ ایک خونخوار آدمی کی گرفت میں ایک بے بس لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن شاید وہ اُس لڑکی سے بھی زیادہ بے بس تھے کیونکہ گازالی کی غراہٹ برابر جاری تھی۔ وہ بڑی خوفناک آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''قریب نہ آنا.... ورنہ لڑکی کو گولی مار دوں گا۔''

مجمع کائی کی طرح پھٹنے لگا۔ گازالی فوزیہ کو آگے کی طرف دھکیلتا ہوا راہداری میں آ گیا تھا اور اب نیچے جانے کے لئے زینوں کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اتنی دیر میں ڈائننگ ہال کے سارے آدمی اوپر پہنچنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کر چکے تھی۔ عجیب مضحکہ خیز منظر تھا۔ فریدی جوان دونوں کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا خود کو اسٹیج کا مسخرہ تصور کرنے لگا تھا۔ غیر ارادی طور پر اس کے منہ سے نکل رہا تھا۔ ''ہٹو.... راستہ دو.... ہٹو.... راستہ دو۔''

کتنی عجیب سچویشن تھی۔ قانون کا ایک محافظ ایک مجرم کے لئے راستہ بنا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کسی سے گازالی کے معمولی سا دھکا بھی لگ گیا تو ریوالور کا ٹریگر کھنچ جائے گا۔ وہ ایک نفسیاتی لمحہ تھا۔ بچاؤ کی صورت نہ دیکھ کر ایک بلی بھی کسی شیر کی طرح جھپٹتی ہے۔

گازالی نے زینے طے کیے۔ ہال کے وسط میں پہنچ کر وہ فوزیہ سمیت مجمع کی طرف مڑا۔

''پیچھے ہٹو....!'' وہ زور سے چیخا۔ فریدی اسے غور سے دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اُس کی آنکھوں سے اس کے ذہن میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہو۔

''اور پیچھے ہٹو....!'' گازالی پھر چیخا۔ ''ہٹتے جاؤ۔''

مجمع پیچھے ہٹا....اور دفعتاً فریدی نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے دو آدمیوں کو ایک طرف ہٹا دیا۔ اس کا داہنا ہاتھ جیب میں تھا اور عقابی آنکھیں گازالی کے چہرے پر گڑھی ہوئی تھیں۔

اچانک گازالی کا ریوالور والا ہاتھ بڑی پھرتی سے اوپر اٹھا۔ شاید وہ بجلی کے کسی بلب پر نشانہ لگا کر ہال میں اندھیرا کرنے جا رہا تھا لیکن اسے مہلت نہ ملی۔ مجمع نے فائر کی آواز سنی....اور گازالی کا ریوالور اچھل کر دور جا گرا۔ گازالی فوزیہ کو دھکا دے کر اچھلا لیکن قبل اس کے کہ پیر زمین سے لگتے فریدی کے ریوالور سے دوسرا شعلہ نکلا اور گازالی کولہوں کے بل دھب سے فرش پر آ گرا۔ اس نے پھر اٹھنا چاہا لیکن فریدی نے جھپٹ کر اس کی ٹھوڑی پر ایک ٹھوکر رسید کر دی۔

فوزیہ کا حبشی باڈی گارڈ چیخ چیخ کر گانے لگا۔

''پلومالا.... پلومالا.... پے گوری....ٹا گال۔'' (مارلیا.... مارلیا....آخری نیزہ زہریلا تھا۔) پھر اس نے اچھل اچھل کر جنگلی ناچ بھی شروع کر دیا۔

فریدی زخمی گازالی کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا دروازے کے قریب سے ہٹا رہا تھا۔ گازالی بیہوش نہیں ہوا تھا۔ نہ وہ چیخ رہا تھا اور نہ کراہ رہا تھا۔ اس کی خاموشی کسی ایسے سانپ کی بے بسی سے بہت مشابہ تھی جس کی کمر ٹوٹ گئی ہو اور وہ ایک ہی جگہ پر پڑا لہریں لے رہا ہو۔ اس کی چمکیلی آنکھیں فریدی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''کھیل ختم ہو گیا۔'' فریدی مسکرا کر بولا اور پھر اُس نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے ایک کرسی میں ڈال دیا۔

حبشی ابھی تک ناچ رہا تھا۔ ڈیگال وغیرہ بڑی مشکل سے اس پر قابو پا سکے۔

فریدی مجمع کی طرف مڑا۔

''خواتین وحضرات۔'' اس نے بلند آواز میں کہا۔''آپ لوگ براہِ کرم اپنی جگہوں پر تشریف رکھیئے۔کوئی خاص بات نہیں۔ایک مجرم۔جس کی پولیس کو تلاش تھی۔''

مجمع میں کئی ایک فریدی کے ملاقاتی بھی تھے لیکن ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس وقت فریدی کی قریب بھی آتے۔فریدی گازالی کو اُنکے چارج میں دے کر فون کی طرف بڑھا۔ پرنسٹن کا تھانہ قریب ہی تھا۔فون کرنے کے ٹھیک سات منٹ بعد تھانے کا انچارج وہاں پہنچ گیا۔گازالی کو اُس کے سپرد کر کے فریدی ڈیگال کے ساتھ پھر اوپری منزل پر چلا گیا۔فوزیہ کی حالت ابتر تھی۔ابھی تک اس کے جسم کی تھرتھری نہیں مٹی تھی۔

''وہ کس لئے آیا تھا۔'' فریدی نے فوزیہ سے پوچھا۔

فوزیہ کچھ نہ بولی۔وہ بدستور سر جھکائے بیٹھی رہی۔

''آفیسر....!'' ڈیگال کنکھار کر بولا۔''بات دراصل یہ ہے کہ گازالی پہلے بھی بے بی کو پریشان کرتا رہا ہے۔لیکن مسٹر عدنان کی زندگی میں اُسے کبھی اتنی جرأت نہیں ہوئی۔''

''لوزاٹا اور عدنان کے تعلقات کس قسم کے تھے۔''

''کسی قسم کے بھی نہیں۔'' ڈیگال جلدی سے بولا۔''اس نے مسٹر عدنان کو دھوکہ دے کر اسی ہزار انگلش پونڈ اینٹھ لئے تھے۔''

''شاید چھ ماہ پیشتر کی بات ہے۔'' لیوکاس نے ٹکڑا لگایا۔

فریدی نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اُسے اُس کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

''ہُم....!'' فریدی سگار کا کونا توڑتا ہوا بولا''میرا خیال ہے یہ تین سال پہلے کی بات ہے۔''

''کیوں؟'' ڈیگال چونک پڑا۔''میں نہیں سمجھا۔''

''لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔''

''آخر بات کیا ہے؟'' ڈیگال بے چینی سے پہلو بدلتا ہوا بولا۔

فریدی چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر سگار سلگانے کے لئے جھکا۔کمرے کا سناٹا کچھ اور بھی بوجھل ہو گیا۔ان میں کم از کم ایک آدمی ایسا ضرور تھا جس کی چڑھتی ہوئی سانسیں کمرے کی

محدود فضا میں گونج رہی تھیں۔

''میں اب تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

''ہم نے سب کچھ بتا دیا ہے آفیسر....!'' ڈیگال بھی اٹھتا ہوا بولا۔

اور پھر اُن سب کی تحیر آمیز نظریں فریدی کا تعاقب کرتی رہیں....وہ کمرے سے جا چکا تھا۔ ڈیگال چند لمحے بے چینی سے ٹہلتا رہا پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''تم لوگ آرام کرو۔''

لیوکاس کے علاوہ اور سب چلے گئے اور انکے جانے کے بعد ڈیگال لیوکاس کو گھورنے لگا۔

''تم نے....!'' وہ دانت پیس کر بولا۔ ''سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔''

''میری وجہ سے کیوں؟'' لیوکاس نتھنے پھلا کر بولا۔

''تم نے بے بی کو بیہوش کر کے اُسے ہماری طرف سے مشکوک کر دیا ہے۔''

''میں کیا کرتا....کیا یہ تمہاری ہدایت نہیں تھی کہ....!''

'' کچھ نہیں۔'' ڈیگال ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''فضول بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔''

لیوکاس جھلاہٹ میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ فوزیہ بول پڑی۔ '' پچھلی باتوں میں الجھنے سے کیا فائدہ۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ یہ آدمی بہت زیادہ چالاک معلوم ہوتا ہے۔''

''بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے۔ بے بی۔'' ڈیگال نے کہا۔ ''یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ایک ایسی آدمی سے ٹکرائے....میرا خیال ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے ورنہ تین سال قبل کا حوالہ نہ دیتا۔''

''لیکن اس وقت اس کی وجہ سے میری جان بچ گئی۔'' فوزیہ بولی۔

''ہوا کیا تھا....؟'' ڈیگال نے پوچھا۔

''تمہارے جانے کے شاید دو منٹ بعد گازالی کمرے میں گھس آیا۔ لیکن ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ وہ چاہتا کیا تھا....اوہ مگر اُسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جلد ہی کسی نے دروازے پر دستک دی۔ گازالی نے ریوالور نکال لیا۔ پھر وہ مجھے غسل خانے کے دروازے پر لایا۔ خود اندر چلا گیا اور مجھے دروازے کے قریب کھڑا کر دیا۔ ریوالور کی نال میری کمر سے لگی رہی۔ میں نے

آفیسر کو اندر آنے کی اجازت دی۔ گازالی نے یہی کہا تھا۔ مگر وہ آفیسر انتہائی چالاک ہے۔ وہ کچھ سمجھ گیا۔ جب میں نے گازالی ہی کے کہنے پر اُسے کمرے سے چلے جانے کو کہا تو وہ چپ چاپ نکل گیا اور پھر یہ سب کچھ ہو گیا۔ میرے خدا! کتنی خطرناک پچویشن تھی اور اُس نے کتنی آسانی سے گازالی کو سیدھا کر دیا۔ مجھے تو وہ لوزاٹا سے بھی زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔"

ڈیگال کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "اسے لکھ لو بے بی کہ لوزاٹا کو یہاں اس کی موت ہی لائی ہے۔ فریدی حقیقتاً بڑا خطرناک آدمی ہے۔"

# کتا جھپٹتا ہے

دوسری صبح حمید کے لئے زیادہ خوشگوار نہیں تھی۔ اُسے رہ رہ کر وہ چیک یاد آ رہا تھا جو اس نے ہائی سرکل نائٹ کلب کے منیجر کو دیا تھا اور منیجر نے بعد کو اسی کے سامنے بڑی بے دردی سے اس پر ایک بڑی رقم لکھ لی تھی۔ اگر اسے اندھے کا تعاقب نہ کرنا ہوتا تو اس کی جیب سے ایک پائی بھی نہ نکلتی۔

فریدی رات سے اب تک واپس نہیں آیا تھا اور حمید کو ہوٹل ڈی فرانس میں پیش آنے والے حادثے کا بھی علم نہیں تھا۔

ناشتے کی میز پر اس نے صبح کا اخبار اٹھایا۔ پہلے ہی صفحے پر ہوٹل ڈی فرانس والے واقعے کی خبر تھی۔ حمید نے چائے کی پیالی رکھ دی۔

خبر کے اختتام پر نوٹ تھا۔ "بعد کی اطلاعات مظہر ہیں کہ پولیس کی ذرا سی غفلت کی بناء پر انسپکٹر فریدی کی محنتوں پر پانی پھر گیا۔ مجرم سے بعض حیرت انگیز انکشافات کی توقع تھی لیکن بیان دینے سے قبل ہی اُس نے خودکشی کر لی۔ اس کی ڈھکن دار انگوٹھی میں کوئی بہت ہی سریع الاثر قسم کا زہر تھا۔ پرنسٹن کے تھانے کے انچارج کی آنکھوں کے سامنے مجرم اُسے چاٹ گیا۔"

حمید نے اخبار رکھ کر ایک گہری سانس لی اور پھر چائے پینے لگا۔

اُس کی نظروں میں یہ سارا معاملہ قطعی بے سروپا تھا۔ آخر نور جہاں کون تھی۔ جس کے لئے یہ سب کچھ ہوا۔ اگر وہ عدنان کی کوئی تھی تو اُس نے براہِ راست سرکاری طور پر کوئی کاروائی کیوں نہیں کرائی۔ فریدی اس کے متعلق کچھ جانتا تھا۔ ابھی تک مشاہدات کی بناء پر یونہی ثابت ہوا تھا کہ فریدی اس کے متعلق کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے۔ اس کے منہ سے نور جہاں کا نام سن کر ڈیگال اور فوزیہ بُری طرح بدحواس ہو گئے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہو جانے کے بعد حمید سوچنے لگا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ تنہائی اُسے اکتاہٹ کی طرف لے جا رہی تھی۔ دل بہلانے کے لئے بکرا قطعی ناکارہ تھا۔ ایسے مواقع پر اُسے اپنی چوہیا[1] بُری طرح یاد آنے لگتی تھی۔ وہ کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ اسے پھر ایک چوہیا پال کر اسے تربیت دینی چاہئے۔

بکرا اس نے محض اس لئے پالا تھا کہ اپنی بعض شناسا عورتوں کو چڑھا سکے جو کتے پالتی تھیں اور تھوڑا بہت فریدی کو بھی تنگ کرنا مقصود تھا۔

حمید لباس تبدیل کرنے کے لئے اٹھ ہی رہا تھا کہ ایک نوکر نے قاسم کی آمد کی اطلاع دی۔ وہ ڈرائینگ روم میں ایک صوفے پر جوتوں سمیت پڑا حمید کا انتظار کر رہا تھا۔ حمید کو دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔

اس کا موڈ کچھ خراب معلوم ہو رہا تھا۔ حمید نے سوچا چلو غنیمت ہے تنہائی سے تو نجات ملی۔ قاسم بُرے بُرے منہ بنا رہا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' حمید نے پوچھا۔ ''بیوی سے لڑ کر آ رہے ہو۔''

''ہاں....!'' قاسم اس طرح جھلا کر بولا جیسے اُس کی بیوی کا سگا بھائی ہو۔ ''سالی اب بالکل ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔''

''سالی سے کیا مطلب....تم بیوی کی بات کر رہے تھے۔''

''یار تاؤ نہ دلاؤ....ورنہ تمہیں مار بیٹھوں گا۔''

---

[1] ''خطرناک دشمن'' اور ''جنگل کی آگ'' جلد نمبر 12 ملاحظہ فرمائیے۔

''آخر بات کیا ہے؟''

''ہماری کوٹھی کے سامنے وہ داور صاحب رہتے ہیں نا....آج ان کی لڑکی ثمینہ میری توند پر مکے مار رہی تھی....بس سالی ہتھے سے اکھڑ گئی....کہنے لگی میں سب سمجھتی ہوں....آخر کیا سمجھتی ہے اُلو کی پٹھی۔''

پھر قاسم خاموش ہو کر اس طرح حمید کو گھورنے لگا جیسے اس کا جواب اسی سے چاہتا ہو۔

''لڑکی کی عمر کیا ہے....؟'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں پہلے یہ بتاؤ کہ وہ کیا سمجھتی ہے۔''

''ابے میں کیا بتاؤں۔''

''نہیں اندازاً....کچھ....!''

''پہلے اس کی عمر بتاؤ پھر میں اندازہ لگاؤں گا۔'' حمید نے کہا۔

''تیرہ یا چودہ سال....!'' قاسم نے غصیلی آواز میں کہا۔

''تب تو وہ ٹھیک ہی سمجھتی ہے۔'' حمید مسکرا کر بولا۔''وہ تمہاری توند پر مکے کیوں مار رہی تھی۔''

''یونہی....مذاقاً....!''

''تم اسے پسند کرتے ہو کہ وہ تمہاری توند پر مکے بازی کیا کرے۔''

''کیا حرج ہے....زور سے تو مارتی نہیں....!''

''اگر تمہاری بیوی بھی یونہی کسی کی توند پر شوق فرمانا شروع کر دے تو۔''

''زندہ دفن کردوں سالی کو....!'' قاسم گرج کر بولا۔

''آخر کیوں؟''

''بحث مت کرو....مجھ سے۔'' قاسم حلق پھاڑ کر چیخا اور کمپاؤنڈ میں کتے بھونکنے لگے۔

''تمہارے کنوارے پن کا کیا حال ہے۔''

قاسم جھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ حمید نے فون کی گھنٹی سنی۔ وہ ڈرائینگ روم سے اٹھ کر فریدی کے کمرے میں آیا....ریسیور اٹھایا....اور پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

''تم کیا کر رہے ہو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''برخوردار بغرا خاں کی شادی کی فکر کر رہا ہوں۔''

''ایک بلڈ ہاؤنڈ لے کر پرنسٹن کے تھانہ پر آجاؤ۔''

''کیوں....؟''

''ضرورت ہے۔'' فریدی نے جھلا کر کہا۔ ''جلدی آؤ۔''

''برخوردار بغرا خاں بھی ضد کر رہا ہے۔ وہ بھی آئے گا۔''

حمید بکتا رہا۔ لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

طویل القامت اندھا لوزاٹا اپنی عجیب و غریب تفریح میں مشغول تھا۔ میز پر بہت سے چاقو بکھرے ہوئے تھے اور کمرے کے ایک گوشے میں ایک آدمی بڑا سا تھیلا اٹھائے کھڑا تھا۔

''چلو....!'' اندھے نے کہا۔

گوشے میں کھڑے ہوئے آدمی نے تھیلے سے ایک موٹا سا چوہا نکال کر فرش پر ڈال دیا۔ چوہے کے ایک پیر میں ننھا سا گھنگرو بندھا ہوا تھا۔ لوزاٹا نے میز سے چاقو اٹھایا اور چوہے نے آدھا کمرہ بھی نہیں طے کیا تھا کہ چاقو اس کا جسم چھیدتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ چوہا چاقو سمیت اچھلنے لگا۔

''کیوں....؟'' لوزاٹا اس آدمی کی طرف مڑ کر بولا۔

''لوزاٹا.... سورج ہے۔ عظیم لوزاٹا....!'' آدمی کانپتا ہوا بولا۔

''دوسرا....!'' لوزاٹا نے کہا۔

اس نے دوسرا چوہا چھوڑا.... لوزاٹا نے پھر چاقو پھینکا.... اور اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ وہ گھونگھروؤں کی آواز پر نشانہ لگاتا تھا۔ یکے بعد دیگرے چھ چوہے ختم کرنے کے بعد وہ اُس آدمی سے بولا۔ ''بیلا کو بھیج دو۔''

وہ تعظیماً جھکا اور کمرے سے چلا گیا۔ اس نے مردہ چوہے بھی نہیں اٹھائے اور نہ اُن کے جسموں سے چاقو ہی نکالے۔

تھوڑی دیر بعد ایک خوبصورت سی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔

''بیلا....!''

''ہاں....لوزاٹا۔''

''کیا خبر ہے؟''

''گازالی کے متعلق صحیح خبر تھی۔''

''اُس کتے کو میں نے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔'' لوزاٹا سرد لہجے میں بولا۔''لوزاٹا کا حکم نہ ماننا موت کو دعوت دینا ہے۔ موت ان کا پیچھا کرتی ہے دن رات ان کے سروں پر منڈلاتی رہتی ہے....اور پھر وہ اس کا لقمہ بن جاتے ہیں۔''

''میں نے لاڈن کو وہاں بھیجا ہے۔ جہاں اس کی لاش ہے۔'' بیلا نے کہا۔

''اس احمق زولو کو تو نے ناحق بھیجا۔'' لوزاٹا کچھ سوچتا ہوا بولا۔''لیکن بھیجا ہی کیوں؟''

''ممکن ہے گازالی کے پاس کوئی ایسی چیز رہی ہو جس سے انہیں ہمارا سراغ مل سکے۔''

''خیال ٹھیک ہے۔'' لوزاٹا بڑبڑایا۔''لیکن لاڈن اس کیلئے موزوں نہیں تھا....خیر....!''

''عظیم لوزاٹا....'' بیلا تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔''میری مجال نہیں کہ تجھے کوئی مشورہ دے سکوں لیکن کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں۔''

''کیا تو....لوزاٹا کی پراسرار قوتوں سے واقف نہیں۔''

''میں واقف ہوں لوزاٹا....تجھ پر ساری دنیا کا حال روشن ہے لیکن میں نے یہاں کے ایک آدمی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔''

''تیرا اشارہ اُس جاسوس کی طرف جس نے گازالی کو پکڑا تھا۔''

''ہاں....لوزاٹا....اُس دن نائٹ کلب میں تجھے پہچاننے ہی کیلئے بکرا چھوڑا گیا تھا۔''

لوزاٹا ہنسنے لگا۔

''واقعی یہاں کے سراغ رساں بڑے چالاک ہیں۔ مجھ سے دراصل اس رات کو غلطی ہوئی۔ مجھے اُن تینوں آدمیوں کو زندہ نہ چھوڑنا چاہئے تھا۔ بلاشبہ اُن ہی تینوں کی بناء پر پولیس کو ہم سے آگاہی ہوئی۔ عدنان کے ساتھی تو خاموش ہی رہتے..... خیر فکر نہ کرو۔ میں اس وقت تک یہاں ٹھہروں گا جب تک کہ جواہرات کی نمائش نہ شروع ہو جائے۔''

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر بیلا نے کہا۔

''گازالی کی جگہ اب کون کام کرے گا۔''

''تیرے علاوہ اب کون کرسکتا ہے۔'' لوزاٹا مسکرا کر بولا۔ ''میں نے تجھے سب سے زیادہ روشنی بخشی ہے۔ کیا یہ اسی روشنی کا فیض نہیں تھا کہ تو نائٹ کلب والے واقعے سے واقف ہوگئی تھی۔''

''لوزاٹا.... مالک ہے۔'' بیلا تعظیماً جھک کر بولی۔

''اب میری بات سن! تو ابھی جس جاسوس کا تذکرہ کررہی تھی وہ سچ مچ خطرناک ہے۔ اس کا کام تمام کردے۔ آخر وہ کیچوے کس دن کام آئیں گے۔''

''اوہ.... کیچوے۔''

''ہاں.... اس کی کار میں.... یہ کام آملیگاس کرے گا۔ آملیگاس کو میں تیرے چارج میں دیتا ہوں۔ سارے کام اسی سے لے۔ لاڈن جیسے پھوے یہ سب نہیں کرسکتے۔''

کمرے میں پھر خاموشی مسلط ہوگئی.... دفعتاً ایک زخمی چوہا چاقو سمیت پھڑکنے لگا۔

سرجنٹ حمید بلڈ ہاؤنڈ لے کر پرنسٹن کے تھانے پر پہنچ گیا۔ قاسم بھی اُس کے ساتھ تھا.... راستے بھر وہ فوزیہ کے مسئلے پر حمید کو بور کرتا آیا تھا۔ اُس نے آج تک کوئی ترک لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ اس لئے وہ حمید پر زور ڈال رہا تھا کہ اگر تعارف نہیں تو کم از کم درشن ہی کرادے۔

فریدی تھانے میں موجود تھا۔ حمید بلڈ ہاؤنڈ اس کے سپرد کرکے گازالی کی لاش دیکھنے چلا گیا۔ واپسی پر اس نے فریدی کو بتایا کہ آرلکچو میں اُسی نے اُس کی کار کا ٹائر پھاڑا تھا۔

فریدی بلڈ ہاؤنڈ کی زنجیر تھامے انچارج سے گفتگو کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آیا۔ حمید اور قاسم بھی ساتھ تھے۔

''کتے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔'' حمید نے پوچھا۔

ابھی کچھ دیر قبل ایک غیر ملکی یہاں آیا تھا۔ یہاں اس کی موجودگی کی وجہ پوچھی گئی تو وہ کانسٹیبلوں کو چرکہ دے کر نکل گیا۔

''آپ موجود تھے۔''

''نہیں....!'' فریدی نے کہا اور جیب سے ایک رومال نکال کر کتے کے آگے ڈال دیا۔ پھر حمید سے بولا۔ ''یہ رومال اس کی جیب سے گر گیا تھا.... کیا خیال ہے؟ ممکن ہے کتا ہماری مدد کر سکے۔ ورنہ ان تک پہنچنا مشکل ہی ہوگا۔''

''آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''ایک بار ہمکلاک شومز نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔''

''ہمکلاک شومز....!'' فریدی مسکرایا۔

''ابے شرلاک ہومز....!'' حمید بولا۔

''وہی ہوگا سالا۔ تم میرے بیچ میں مت بولا کرو۔'' قاسم بُرا مان گیا۔

کتے نے رومال کو سونگھ کر ہلکی سی آواز نکالی اور سر اٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ تھانے کی عمارت کی ایک کھڑکی کی طرف بڑھا۔ جس کا تعلق مردہ خانے سے تھا۔

کھڑکی کے نیچے پہنچ کر اس نے پھر زمین سونگھی اور بھونکنے لگا۔ پھر وہ زمین سونگھتا ہوا پھاٹک کی طرف دوڑا.... چند لمحے پھاٹک پر رک کر چاروں طرف دیکھتا رہا اور پھر بھونکتا ہوا فریدی وغیرہ کی طرف پلٹ آیا۔

''اچھا بھئی قاسم....!'' فریدی بولا۔ ''اب شاید ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔''

''ہو....ہو....اچھا....اچھا.... مجھے بھی ذرا کام ہے۔''

فریدی اور حمید کتے کے پیچھے چل پڑے۔ وہ پھاٹک سے گذر کر سڑک پر آئے اور کتا

ایک طرف آہستہ آہستہ دوڑنے لگا۔

''کاش یہ لیلیٰ کا کتا ہوتا۔'' حمید ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

فریدی کتے کے تعاقب میں تھا۔ وہ گلی میں گھسا یہاں بھی اس نے دو تین جگہ زمین سونگھی اور پھر دوڑنے لگا۔

کئی گلیوں سے گزر کر وہ ایک دوسری سڑک پر آ گئے۔

''کیا حماقت ہے۔'' حمید بڑبڑایا۔ ''اگر وہ آگے چل کر اپنے پیروں سے نہ گیا ہو تو....!''

''فکر نہ کرو.... میں کوئی امکانی بات نہیں چھوڑتا۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ ہم اس تک پہنچ ہی جائیں گے۔''

''پھر اس طرح جھک مارنے سے کیا فائدہ۔''

''اوہ.... تم.... شاید....!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''کسی جاسوسی ناول کے سراغ رساں کی طرح آرام کرسی کے جاسوس بننا چاہتے ہو۔''

''میں اب صرف شوہر بننا چاہتا ہوں.... باپ بننا چاہتا ہوں.... اور کچھ نہیں۔''

''میں نے تمہیں منع کب کیا ہے۔''

''تنہا نہیں....!'' حمید نے کہا۔ ''آپ کو بھی بننا پڑے گا۔''

''کیا مضائقہ ہے.... تم شوہر بنو اور میں باپ بن جاؤں گا۔ امداد باہمی کے لئے سائنٹیفک طریقے پر....!''

دفعتاً بلڈ ہاؤنڈ قریب ہی کے ایک ریستوران میں گھسنے لگا۔ فریدی نے جھپٹ کر اس کا پٹہ پکڑ لیا۔ کتا بھونکنے لگا تھا۔

''اسے دور لے جاؤ۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''میں ابھی آیا۔''

حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور کتے کو کھینچتے ہوئے دوسری طرف لے جانے لگا۔ فریدی ریستوران میں چلا گیا۔ حمید کچھ دور چلنے کے بعد کتے کے پٹے میں زنجیر ڈالنے کی لئے رکا۔

فریدی تیزی سے اس کی طرف آ رہا تھا۔

''حمید اسے واپس لے جاؤ۔ وہ ریستوران میں موجود ہے۔''

''لے آؤ.... لے جاؤ....!'' حمید جھنجھلا کر بولا۔ ''کتا خصی کیلئے میں ہی رہ گیا ہوں۔''

فریدی کچھ کہے بغیر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ریستوران میں داخل ہوگیا۔

کتا بھی اسی طرف جانے کے لئے زور کرنے لگا تھا۔

اچانک سڑک کے دوسرے کنارے پر حمید کو ایک لڑکی دکھائی دی صورت کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہورہی تھی.... ''کیا....؟'' اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا.... یہ وہی تو نہیں.... جو اُس دن اندھے کے ساتھ تھی....لڑکی بھی سڑک پار کر کے اسی ریستوران میں چلی گئی۔

# لڑکی اور سانپ

فریدی نے اخبار اٹھالیا تھا۔لیکن اس کی نظر سامنے والے کیبن پر تھی۔ جہاں ایک غیر ملکی بیٹھا کولڈ ڈرنک کی چسکیاں لے رہا تھا۔فریدی اس کے چہرے کی بناوٹ کے متعلق غور کرنے لگا۔ یقیناً وہ افریقہ ہی کا باشندہ ہوسکتا ہے۔ غالباً زولو قوم سے تعلق رکھتا ہے۔کھلتا ہوا گندمی رنگ یہی کہتا ہے اور پھر جبڑوں کی بناوٹ ....کاسہ سر کی ابھری ہوئی پچھلی ہڈیاں....وہ زولو ہی ہوسکتا ہے۔

ایک لڑکی فریدی کے قریب سے گزر کر اس کے شکار کے کیبن کے ملحقہ کیبن میں جا بیٹھی۔لیکن فریدی اسے اس غیر ملکی کو کسی قسم کا اشارہ کرتے نہ دیکھ سکا تھا۔

غیر ملکی نے کولڈ ڈرنک کا گلاس ختم کر کے اطمینان سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی اور پھر اس طرح آنکھیں بند کرلیں جیسے بقیہ وقت اسی کیبن میں بیٹھا بیٹھا گزار دے گا۔فریدی نے کافی کا آرڈر دے کر سگار سلگالیا۔

لڑکی والے کیبن میں ایک ویٹر چائے کی کشتی لئے ہوئے داخل ہوا۔کشتی میز پر رکھ کر وہ

مڑا ہی تھا کہ لڑکی بڑے زور سے چیخی۔ ہال میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ چونک پڑے۔ ویٹر باہر آ چکا تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر ایک چائے کی پیالی آ کر لگی۔ ابھی وہ سنبھلا بھی نہیں تھا کہ ملک پاٹ اس کے شانے سے ٹکرایا اور پھر جب انتہائی گرم پانی والا ٹی پاٹ اس کے سینے پر پڑا.... تو وہ چیخ مار کر ایک بیرونی میز پر الٹ گیا۔

کسی بڑے ہنگامے کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ ایک میز کے الٹتے ہی بہتیری الٹ گئیں۔ لڑکی ہال کے درمیان میں کھڑی بُری طرح چیخ رہی تھی۔ کوئی کچھ سمجھ ہی نہ سکا۔ معمولی آدمیوں کی اس بھیڑ میں فریدی جیسا ذہن آدمی بھی موجود تھا لیکن اس کی حالت دوسروں سے مختلف نہ تھی۔ وہ اپنے شکار کے متعلق بھی بھول چکا تھا۔

کچھ لوگ نہ جانے کیا سمجھے کہ انہوں نے اس ویٹر کو پکڑ کر پیٹنا شروع کر دیا۔ فریدی بہرحال قانون کا محافظ تھا۔ وہ ویٹر کو چھڑانے کے لئے دوڑا۔

پھر ساری بھیڑ ویٹر کے گرد جمع ہوگئی۔

اچانک فریدی چونکا اور ویٹر تک پہنچنے کا خیال چھوڑ کر وہ پھر اپنی جگہ آیا لیکن غیر ملکی والا کیبن خالی تھا۔ وہ اسے بھیڑ میں تلاش کرنے لگا لیکن وہ وہاں بھی نہ ملا.... اور وہ لڑکی۔ وہ غائب تھی۔ لیکن ویٹر کے گرد بھیڑ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ فریدی بیرونی دروازے کی طرف لپکا۔

سارجنٹ حمید جہاں تھا وہیں اس کے قدم جم گئے تھے۔ اس نے لڑکی کو اچھی طرح پہچان لیا تھا، اور اب اُسے الجھن ہونے لگی تھی۔ نہ وہ کتے کو چھوڑ سکتا تھا اور نہ اسے لے کر ریستوران کے اندر جا سکتا تھا۔ اگر وہ آدمی جس کی فریدی کو تلاش تھی ریستوران ہی میں موجود تھا تو کتے کو وہاں لے جانا دانشمندی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیوں کہ وہ اس کی بو محسوس کرتے ہی جھپٹ پڑتا۔

دوسری طرف یہ خیال کہ فریدی اس لڑکی سے واقف نہیں تھا۔ ہو سکتا تھا وہ اُسے چوٹ دے جاتی۔ یعنی اُس کے شکار کو اس بات سے آگاہ کر دیتی کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اسلئے

کا اندازہ تو حمید نے پہلے ہی لگالیا تھا کہ فریدی اُسے پکڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ورنہ وہ ریستوران سے واپس آ کر اس سے کتے کو واپس لے جانے کیلئے نہ کہتا۔ شاید وہ صرف اس کا تعاقب کرنا چاہتا تھا۔

حمید ریستوران سے کافی فاصلے پر تھا۔ اُسے فریدی کی ہدایت کے مطابق اب تک واپس چلا جانا چاہئے تھا.... لیکن .... وہ لڑکی.... اس نے اُسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اگر اُسے کوئی ڈیوٹی کانسٹیبل بھی نظر آ جاتا تو وہ کتے کو اس کے سپرد کر کے خود بھی فریدی کے پاس پہنچ گیا ہوتا۔

اچانک بلڈ ہاؤنڈ قریب سے گزرنے والے ایک آدمی پر جھپٹا۔ زنجیر پر حمید کی گرفت مضبوط نہیں تھی۔ آدمی اچھل کر بھاگا اور اس کی ٹانگ کتے کے جبڑوں کے درمیان آنے سے بال بال بچی۔ حمید نے جھپٹ کر کتے کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ وہ آدمی بھاگتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا۔ حمید کی جان میں جان آئی۔ اس نے سوچا چلو اچھا ہی ہوا۔ اگر وہ آدمی بھاگنے کی بجائے اُس پر الٹ پڑتا تو معاملے کو برابر کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی۔

کتا آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ لوگ حمید کے گرد اکٹھا ہونے لگے اور وہ ایک اچھا خاصا تماشہ بن کر رہ گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کتے کی ٹانگیں چیر ڈالے۔ کتا بار بار اسی گلی کی طرف جھپٹ رہا تھا جدھر وہ آدمی گیا تھا۔ حمید اتنا بدحواس ہو گیا تھا کہ کچھ سمجھ ہی نہ سکا۔

دفعتاً فریدی اس کی گرد لگی ہوئی بھیڑ کو چیرتا ہوا قریب پہنچ گیا۔

''چلو....! تم اب تک یہاں ہو'' وہ اُسے کھینچتا ہوا آگے بڑھا۔ کتے کے آگے بڑھتے ہی بھیڑ پھٹ گئی۔

ان دونوں نے سڑک پار کی۔

''یہ دھکا زندگی بھر یاد رہے گا'' فریدی بڑبڑایا۔

''کیوں....؟'' حمید احمقوں کی طرح بولا۔

''وہ نکل گیا۔''

''ہائیں....!'' حمید اچھل کر بولا۔ ''اُف فوہ.... تب تو پھر وہی رہا ہوگا۔''

''کون....؟''

''ابھی ابھی یہ ایک آدمی پر جھپٹا تھا۔''

''اور تم نے اُسے نکل جانے دیا۔''

''میں کیا جانتا تھا۔''

''ارے او احمق....اس سے پہلے کبھی وہ کسی پر جھپٹا تھا....؟ بولو....کیا ہم اُسے زنجیر کے بغیر یہاں تک نہیں لائے تھے۔''

''اُوہ....تب تو وہ اس گلی میں گیا تھا۔'' حمید نے گلی کی طرف اشارہ کیا۔

کتا اب بھی اُسی طرف جانے کے لئے زور کر رہا تھا۔ حمید نے زنجیر ڈھیلی چھوڑ دی اور کتے کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ وہ اسی گلی میں گھسا....اور زمین سونگھ سونگھ کر آگے بڑھنے لگا۔ گلی کا اختتام ایک دوسری چوڑی سڑک پر ہوا تھا یہاں کتا دائیں طرف کچھ دور چل کر رک گیا۔ وہ بار بار زمین سونگھتا اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگتا۔ ایک بار اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر رونے کی سی آواز نکالی اور پچھلی ٹانگوں پر وہیں بیٹھ گیا۔

فریدی ایک طویل سانس لے کر حمید کی طرف مڑا۔

''بیکار ہے۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''یہاں سے وہ کسی سواری پر گیا ہے آؤ واپس چلیں۔ خدا کی قسم یہ لوگ انتہائی چالاک ہیں۔''

''لیکن وہ نکل کیسے گیا۔'' حمید نے پوچھا۔ اس پر فریدی نے پورا واقعہ دہرا دیا۔

حمید اپنی گدی سہلانے لگا۔ اس نے سوچا اگر فریدی کو وہ یہ بتائے دیتا ہے کہ وہ اس لڑکی کو پہچان گیا تھا تو شامت ہی آ جاتی۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی سے باتوں میں جیتنا بھی آسان نہیں....بہر حال اُس نے اس لڑکی کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا۔

اسی شام کی بات ہے فریدی اور حمید ہوٹل ڈی فرانس میں چائے پی رہے تھے۔ فریدی کو

ہوٹلوں کی تفریح سے دلچسپی نہیں تھی لیکن جب سے عدنان والا کیس ہوا تھا وہ کم از کم دن میں ایک چکر ہوٹل ڈی فرانس کا ضرور لگا لیتا تھا۔ اُسے عدنان کے پرائیویٹ سیکریٹری ڈیگال پر بھی شبہ تھا اور اُس نے اس موضوع پر حمید سے تھوڑی بحث بھی کی تھی۔ وہ کھلم کھلا یہ تو نہیں کہتا تھا کہ عدنان کے قتل میں ڈیگال کا ہاتھ ہے لیکن بہر حال.... اس کی شخصیت بھی پُراسرار معلوم ہوتی تھی اور وہ ابھی تک اس کا فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ ڈیگال کے جرم کی کیا نوعیت ہو سکتی ہے۔

''میں تو اب تنگ آ گیا ہوں۔'' حمید بڑبڑایا۔

''تم تنگ کب نہیں آتے۔'' فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''جہاں ذرا سا کام کرنا پڑا تمہاری جان نکلنے لگی۔''

''ہیہات.... ہیہات....!'' حمید نے گلوگیر آواز میں کہا۔ ''ایک لونڈیا.... ایشیا کے ایک عظیم سراغ رساں کو چوٹ دے گی۔ پتہ نہیں اُس قتالۂ عالم کا کیا نام ہے.... اگر افریقی ہی ہے تو گازالی ہی کی طرح اس کا بھی نام ہوگا.... ٹنگیانا.... چیں چرر.... یا پھر.... پوں ٹل.... لاحول بولا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ حمید کی بکواس پر مسکرایا تک نہیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔

''تم فوزیہ سے دوستی بڑھاؤ۔''

''کسی ہیجڑے سے پریم نہ کرلوں۔'' حمید جل کر بولا۔

''تم سمجھے نہیں۔''

''میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں ویسے اگر آپ کہیں تو میں برخوردار بغرا خاں کے لئے پیغام دے سکتا ہوں۔''

''تم اس بکرے کو ہٹاؤ گھر سے ورنہ میں گولی ماردوں گا۔''

''ہرن تصور کر کے ماریئے گا۔ اس طرح شکار کا بھی شوق پورا ہو جائے گا۔ مگر کمال ہے۔ کیسا چونا لگایا لونڈیا نے.... ہاہا....!''

''بکو مت....!'' فریدی جھنجھلا گیا۔

''بڑی ذہین لڑکی ہے۔ اگر آپ اپنی نسل میں ذہانت کے جراثیم برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو

س سے شادی کی کوشش کیجئے۔ افریقہ اور ہندوستان کا پیوند.... بچوں کے نام ہوں گے.... ٹخ ٹخ فریدی.... کھٹ کھٹ فریدی.... چرغل فریدی وغیرہ وغیرہ....!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد حمید پر بھی سنجیدگی طاری ہوگئی۔ اس نے پوچھا۔ ''آخر یہ نور جہاں کا قصہ کیا ہے۔''

''ہوگا کچھ.... مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔ مجھے دو آدمیوں کے قاتل یا قاتلوں کی تلاش ہے۔''

''لیکن آپ نور جہاں والے معاملے میں کچھ جانتے ضرور ہیں۔''

''ہوسکتا ہے۔'' فریدی نے کہا اور آگے کی طرف جھک کر سگار سلگانے لگا۔

بیرونی دروازے سے فوزیہ کا حبشی ملازم اندر داخل ہوا اور انہیں گھورتا ہوا اوپری منزل کے زینوں پر چڑھنے لگا۔

''اوہ..... یہ باہر سے آرہا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''ہاں.... میں نے ان پر سے پابندی ہٹالی۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

''آؤ....!''

''آؤ اور جاؤ....!'' حمید نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اس کے علاوہ اور رہ کیا گیا ہے۔ لونڈیاں الگ الو بناتی ہیں۔''

''کیا بک رہے ہو.... اب اگر تم نے اس واقعے کا نام لیا تو گلا گھونٹ دوں گا۔''

''چلئے یہی سہی.... یہیں نام لوں یا گھر چل کر۔''

وہ دونوں کمپاؤنڈ میں نکل آئے۔ رات بڑی خوشگوار تھی۔ فریدی چند لمحے کھڑا ادھر اُدھر دیکھتا رہا پھر کیڈلاک کی طرف بڑھا۔

وہ اگلی کھڑکی کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اُسے گھمانے ہی جارہا تھا کہ حمید نے اُسے اچھل کر پیچھے ہٹتے دیکھا۔

''ٹارچ ہے۔'' اس نے مڑ کر حمید سے پوچھا۔

''کیابات ہے۔'' حمید آگے بڑھ کر بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے جیب سے سگار لائٹر نکال کر جلایا اور کار کے اندر دیکھنے لگا۔

''بہت اچھے۔'' حمید نے سگار لائٹر کی مدہم روشنی میں فریدی کے چہرے پر عجیب قسم کی روشنی دیکھی اور پھر جب اس کی نظر اگلی سیٹ پر پڑی تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ ایک بڑا سا سانپ اگلی سیٹ پر رینگ رہا تھا۔ پھر اچانک پچھلی سیٹ پر بھی اُسے کوئی سیاہ سی چیز حرکت کرتے ہوئے نظر آئی۔

''غل مچانے کی ضرورت نہیں۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''اب ہمارے پاس کل کتنے سانپ ہوئے۔''

حمید کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔ وہ سوچنے لگا کہیں اس آدمی کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ اگر ابھی بیٹھ گئے ہوتے تو کیا حشر ہوتا۔ فریدی سگار لائٹر جلائے ہوئے بڑی دلچسپی سے سانپوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

''مائی ڈیئر.... بلیک مومبا....!''

''آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔'' حمید جھلا کر بولا۔

''اس قسم کا سانپ صرف افریقہ میں پایا جاتا ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''بلیک مومبا کہلاتا ہے۔ سانپوں کی نسل میں اس سے شریر سانپ اور کوئی نہیں ہوتا۔ یہ جان بوجھ کر صرف آدمیوں پر حملہ کرتا ہے۔''

''تو آپ اس کی نسل پر لیکچر دیں گے۔'' حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

''فرزند ایک شاندار اضافہ.... میرے پاس اس نسل کا کوئی سانپ نہیں تھا۔''

''لیکن یہ ایک ہندوستانی کار میں کہاں سے آ ٹپکا۔'' حمید نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

''اوہو.... اس پر پھر غور کریں گے۔ فی الحال انہیں پکڑنے کا مسئلہ ہے۔''

''کیا....!'' حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

''ایک کو تم پکڑو اور دوسرے کو میں۔''

''سنئے جناب میرے باپ دادا سپیرے نہیں تھے....اور....!''

''چپ چپ....شور نہیں....تم سگار ا ائیٹر پکڑو۔''

حمید حیرت سے فریدی کو دیکھ رہا تھا۔ کیا یہ وہی فریدی تھا۔ سنجیدہ اور باوقار فریدی.... ہرگز نہیں....اس وقت تو وہ شوخ اور کھلنڈر بچہ معلوم ہو رہا تھا۔ ایک ایسا بچہ جو گھاس پر بیٹھی ہوئی کسی ٹڈی کو پکڑنے جا رہا ہو۔

حمید نے سگار اائٹر پکڑلیا۔ سانپ اب سیٹ سے نیچے اتر گیا تھا۔ فریدی نے ہینڈل گھما کر کھڑکی میں ذرا سی دراز کی....سانپ باہر کا راستہ دیکھ کر اس کی طرف لپکا لیکن صرف اس کا سر ہی باہر نکل سکا....کیونکہ فریدی نے کھڑکی کا پاٹ تھوڑا سا دبا دیا تھا۔ اب اس نے چٹکی سے سر کا نیچے کا حصہ پکڑلیا۔ سانپ کا منہ پھیل گیا۔

''ارے کیا کر رہے ہیں آپ....!'' حمید دانت پیس کر بولا۔

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر سانپ کو آہستہ آہستہ باہر کی طرف کھینچ رہا تھا۔

''ہاتھ میں لپٹ جائے گا۔'' حمید بے چینی سے بولا۔

''بس دیکھتے رہو۔ اس میں اتنی سکت ہی نہ رہ جائے گی۔ یہ بھی ایک آرٹ ہے فرزند.... وہ رگ دبائی ہے کہ کیچوے کی طرح جھولتا رہ جائے گا۔''

فریدی نے ایک جھٹکے کے ساتھ سانپ کا بقیہ حصہ باہر کھینچ لیا اور اُسے حمید کے چہرے کے برابر اٹھاتا ہوا بولا۔ ''دیکھو....ہے نا کیچوا....یہ نہ سمجھنا کہ مر گیا ہے ابھی زمین پر چھوڑ دوں تو مجھے تحت الثریٰ میں بھی نہ چھوڑے....شاباش....اب تم اسی طرح دوسرے کو پکڑلو۔''

''کیا....؟ آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔''

''افسوس کہ میں سانپ دیکھ لینے کے بعد ہوش میں نہیں رہتا۔'' فریدی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ ''اچھا اٹیچی کھولو۔''

حمید نے اٹیچی کھولی اور فریدی نے سانپ کو اس میں ڈال دیا۔ اٹیچی بند کر کے وہ پچھلی سیٹ کی طرف آئے۔

''اچھا اب میں اسے پکڑتا ہوں....'' فریدی نے انگریزی میں کہا اور زمین پر بیٹھ کر آہستہ سے بولا۔''تم سگار لائٹر کو اسی طرح اٹھائے رہو۔ اب میں تمہیں ایک دوسرا کرتب دکھاؤں گا.... میری واپسی تک اسی طرح لائٹر اٹھائے ہوئے کچھ اوٹ پٹانگ بڑبڑاتے رہنا۔ اچھا.... شب بخیر فرزند۔''

وہ حمید کو متحیر چھوڑ کر ایک طرف تاریکی میں رینگ گیا۔

کمپاؤنڈ کا یہ حصہ ہوٹل کی عمارت سے کافی دور تھا اور یہاں قرب و جوار میں تاریکی تھی۔

## دشمنوں میں

حمید کی سمجھ میں خاک بھی نہ آیا۔ اول تو کسی سانپ کا اس طرح پکڑنا ہی پاگل پن سے کچھ کم نہیں تھا۔ دوسرا یونہی بلاوجہ کچھ بے تکی باتیں کر کے سینے کے بل رینگتے ہوئے اندھیرے میں غائب ہو جانا بھی صحیح الدماغی کی علامت نہیں تھی۔

لیکن یہ حرکتیں فریدی سے سرزد ہوئی تھیں۔ اس لئے حمید اُسے محض مذاق سمجھنے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔

حمید انتظار کرتا رہا۔ اور اس اثناء میں سگار لائٹر کی اسپرٹ بھی ختم ہوگئی۔ اندھیرا ہو گیا اس کے بعد حمید دیا سلائیاں جلاتا رہا۔ ایک سانپ ابھی تک آزاد تھا.... اور وہ اس نسل کے سانپ کی خصوصیات تھوڑی دیر قبل ہی سن چکا تھا۔ پتہ نہیں فریدی کب تک واپس آئے اور وہ کیڈی کے پاس سے ہٹنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ مگر وہ سانپ جواب بھی پچھلی نشست کے نیچے رینگ رہا تھا حمید نے سوچا کہ کیوں نہ اسے اسی طرح مار ہی ڈالے جس طرح فریدی نے اگلی سیٹ والا سانپ پکڑا تھا۔ مگر یہ کام اس اکیلے کے بس کا روگ نہیں تھا اور وہ ہوٹل سے بھی کسی کو نہیں بلا سکتا تھا کیونکہ اگر فریدی اسے پسند کرتا تو پہلے ہی اس نے کسی اور کو بھی مدد کے لئے بلا لیا ہوتا۔

پھر اس نے سوچا کہ کھڑکی کھول کر اُسے اندر ہی سے نکال دے لیکن اسے اس کی خصوصیات یاد آ گئیں۔فریدی نے کہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر آدمیوں پر حملہ کرتا ہے۔

دفعتاً نہ جانے کدھر سے ایوننگ ان پیرس کی خوشبو کی ایک لپٹ آئی اور حمید نتھنے سکوڑ کر اندھیرے میں گھورنے لگا۔

''آرتھر ڈارلنگ....!'' کسی عورت کی سرگوشی سنائی دی۔ وہ چونک کر مڑا۔اس سے شاید تین فٹ کے فاصلے پر کوئی عورت کھڑی تھی۔

حمید سب کچھ بھول گیا۔آواز میں بڑی دل کش کھنک تھی بڑی سکس اپیل تھی۔

''ڈیئرسٹ....میں تیار ہوں۔'' عورت نے آہستہ سے کہا۔

''اچھا....!'' حمید گھٹی گھٹی سی آواز میں تھوک نگل کر بولا۔

عورت اور قریب آ گئی۔ اتنی قریب کہ اس کے اور حمید کے چہرے میں شاید ایک بالشت کا فاصلہ رہ گیا....اور پھر حمید نے ایک بہت ہی تیز قسم کی بو محسوس کی جو ایوننگ ان پیرس کی خوشبو پر بھی غالب آ گئی تھی۔ اس کے نتھنوں میں جلن ہونے لگی۔ وہ لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹا....اور پھر اُسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ عورت اسے اپنے بازوؤں میں لے کر آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہو۔ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

اور جب تاریکی دور ہوئی تو حمید نے خود کو ایک کمرے میں پایا۔ شاید وہ دو گھنٹے تک بیہوش رہا تھا۔اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ کمرے کی روشنی اس کے سر کے اندر سنسنی پیدا کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔اس کے ذہن میں پھر ایوننگ ان پیرس کی خوشبو جاگ اٹھی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اس کے سامنے وہی لڑکی کھڑی تھی جسے اس نے لوزاٹا کے ساتھ دیکھا تھا۔حمید اچھل کر بیٹھ گیا۔لڑکی بڑے دل آویز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

''تم شاید مجھے پہچانتے ہو۔'' لڑکی تھوڑی دیر بعد انگریزی میں بولی۔

حمید کچھ نہ بولا۔ اس نے اپنی آنکھیں کچھ نشلی سی بنالیں۔ لڑکی اُسے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

''شاید....!'' حمید نے آہستہ سے کہا۔ ''میں نے تمہیں مصر میں دیکھا تھا.... اب سے ایک ہزار سال پہلے۔''

''اور تم تب بکروں کے بجائے گدھے پالتے تھے۔''

''میں اس مذاق کو نہیں سمجھا....'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کی آواز خوابناک اور بھرائی ہوئی تھی۔ پھر دفعتاً وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا بولا۔ ''میں کہاں ہوں۔''

اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے ڈری ڈری سی چیخ ماری اور لڑکی سے لپٹ گیا۔

''ارے....ارے....!'' وہ اُسے دھکیل کر پیچھے ہٹ گئی۔

''بچاؤ....!'' حمید پھر جھپٹا.... لڑکی بوکھلا گئی تھی۔ اُس نے اسے روکنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ آگے کی طرف پھیلا دیئے۔

''سانپ .... سانپ....!'' حمید کمرے میں چاروں طرف ناچنے لگا۔ وہ ڈری ڈری سی آواز میں ''سانپ سانپ'' کہتا ہوا پھر لڑکی کی طرف بڑھا۔

''خاموش رہو۔'' دفعتاً لڑکی نے اپنے بلاؤز کے گریبان سے ایک چھوٹا سا آٹو میٹک پستول نکالتے ہوئے کہا۔ حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ کر سوتے سوتے جاگا ہو۔

''تم کون ہو....!'' اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''تم مکار ہو....!'' لڑکی اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولی۔

''افسوس تم بھی یہی کہہ رہی ہو۔ آج تک کسی نے میری روح میں جھانکنے کی کوشش نہیں کی۔''

''بکواس بند کرو۔'' لڑکی جھنجھلا کر بولی۔ ''تم یہاں فلرٹ کرنے کیلئے نہیں لائے گئے۔''

''پھر....!'' حمید یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔

''نور جہاں کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔''

''میں ساری دنیا کے متعلق صرف ایک بات جانتا ہوں۔''

لڑکی کچھ نہ بولی۔ لیکن اس کی نظریں سوالیہ انداز میں حمید کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور حمید نے جیسے تہیہ کرلیا تھا کہ آگے کچھ نہ کہے گا۔ لڑکی چند لمحے اُسے گھورتی رہی پھر تحکمانہ لہجے میں بولی۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

''مگر میں ٹہلنا چاہتا ہوں۔'' حمید لاپروائی سے بولا۔ ''پستول رکھ لو اس کی ضرورت نہیں۔ تم مجھے پسند آئی ہو۔ اس لئے میرے بھاگنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

وہ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ ''میں اور میرا چیف مداری ہیں۔ تمہارے بلیک مومبا کا کیا حشر ہوا؟ شاید تم نے دیکھا ہو۔''

''لیکن وہ کہاں غائب ہو گیا....؟''

''ڈر کر بھاگ گیا ہوگا.... وہ خوبصورت لڑکیوں سے بہت ڈرتا ہے۔''

''ڈیگال نے تمہیں عدنان کی موت کے متعلق کیا بتایا ہے۔''

''ہائیں تو کیا عدنان مر گیا.... مجھے تو ڈیگال نے بتایا تھا کہ وہ احرامِ مصر کی زیارت کرنے گیا ہے۔''

لڑکی اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے حمید کو گھور رہی تھی۔

''تم نہیں بتاؤ گے۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

''سنو.... ہنی.... کبھی تم نے کسی سے محبت بھی کی ہے۔''

وہ مکا تان کر حمید کی طرف جھپٹی۔

''بیلا....!'' عقبی دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ حمید چونک پڑا۔ لڑکی بھی جہاں تھی وہیں رک گئی۔ دروازے میں وہی طویل القامت اندھا کھڑا تھا' جسے حمید نے نائٹ کلب میں دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

''بیلا....!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''کتنا پیارا نام ہے۔''

''آں....!'' اندھا چونک پڑا۔ ''یہاں اور کون ہے؟''

''جاسوس....!'' بیلا نے کہا۔ ''ان میں سے ایک ہمارے ہاتھ آ گیا ہے۔''

''خوب....لیکن کیوں....؟''

''یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ نور جہاں کے متعلق کیا جانتے ہیں۔''

''کیا تمہیں ڈیگال کی بات پر یقین آ گیا تھا۔'' اندھے نے مسکرا کر پوچھا۔

''مجھے یقین ہے کہ یہ ضرور کچھ جانتے ہیں۔''

''دوسرا کہاں ہے۔''

''وہ نکل گیا۔''

''ہوں....!'' اندھا جھنجھلا گیا۔ ''لیکن میرے کہنے پر عمل کیوں نہیں کیا گیا۔''

''عظیم لوزاٹا'' بیلا لرزتی ہوئی بولی۔ ''تیرے حکم سے سرتابی ناممکن ہے۔ ہم نے تیرے کہنے پر عمل کیا تھا لیکن انہوں نے ان کو بچوں کا کھیل بنا ڈالا۔''

''اوہو....!''

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر اندھے نے کہا۔ ''کیا یہ فریدی ہے؟''

''نہیں....وہ نکل گیا'' بیلا نے کہا۔

''اوہ....!'' اندھے کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔ ''کیا سب لوگ یہاں موجود ہیں۔''

''املیگاس کے علاوہ اور سب ہیں۔'' بیلا نے کہا۔

''وہ کہاں ہے!''

''دوسرے کو تلاش کر رہا ہوگا۔''

''ہوں....!'' لوزاٹا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''تم نے اس سے کیا معلوم کیا۔''

''کچھ نہیں....! یہ تو باتوں میں ٹال رہا ہے۔''

''تمہیں بولنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔'' لوزاٹا نے حمید سے کہا۔

''میں بڑی دیر سے بول رہا ہوں۔'' حمید نے کہا اور بیلا کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ بیلا

نے بوکھلا کر لوزاٹا کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکالیا۔

''نور جہاں کے متعلق کیا جانتے ہو؟''

''اگر تم ایک بار مجھے اس کی شکل دکھا دو تو اس کے باپ دادا کا نام بتادوں گا۔''

''بیلا مجھے یقین ہے کہ یہ کچھ نہیں جانتا'' لوزاٹا نے کہا۔ ''تو نے اسے یہاں لاکر غلطی کی۔ یہاں لاشوں کو ٹھکانے لگانے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔''

حمید سناٹے میں آ گیا.... اور سناٹے میں آنے کے بعد وہ ہمیشہ ہنگامہ پسند کرتا تھا۔ وہ کچھ کر بیٹھنے کے امکانات پر غور کر ہی رہا تھا کہ ایک آدمی بوکھلایا ہوا کمرے میں گھسا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، چہرے پر کئی خراشیں تھیں جن سے خون نکل کر جم گیا تھا۔

بیلا حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔

''کون ہے....؟'' لوزاٹا یک بیک چونک کر بولا۔

''املیگاس....!'' بیلا آہستہ سے بڑبڑائی۔

''املیگاس....!'' لوزاٹا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں اور پھر اس نے اس طرح نتھنے سکوڑے جیسے کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

اس نے کسی غیر ملکی زبان میں بیلا سے کچھ کہا اور وہ کمرے سے چلی گئی۔

''املیگاس....!'' اس نے نوارد سے انگریزی میں کہا۔ ''کیا خبر ہے۔''

''بہت سخت لڑائی ہوئی۔'' املیگاس کراہ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''وہ اس سے واقف تھا کہ میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔''

''پھر کیا ہوا.... املیگاس....!''

''پھر اس خیال سے مجھے جان بچا کر بھاگنا پڑا کہ کہیں گرفتار نہ ہو جاؤں۔''

''تم نے اچھا کیا املیگاس....!''

بیلا پھر واپس آ گئی۔

''بیلا....!'' لوزاٹا نے اُسے مخاطب کیا۔ ''کیا املیگاس بہت زیادہ زخمی ہے۔''

''شاید....!'' بیلا املیگاس کو گھورتی ہوئی بولی۔

''لیکن املیگاس ایک بات نہیں جانتا۔'' لوزاٹا نے زہر خند کے ساتھ کہا۔ ''وہ نہیں جانتا کہ لوزاٹا سر سے پیر تک آنکھ ہی آنکھ ہے' اور اس کی ناک کتے کی ناک سے بہت زیادہ تیز ہے۔ آملیگاس کی شکل آنکھ والوں کو دھوکا دے سکتی ہے اندھیرے کے شہنشاہ کو نہیں۔'' پھر دفعتاً اُس نے چیخ کر کہا۔ ''اس جاسوس کو پکڑ لو۔''

املیگاس اچھل کر دروازے کے قریب چلا گیا۔ لیکن پھر اُسے ایک قدم آگے بڑھ آنا پڑا۔ کیونکہ ایک ریوالور کی نال اس کی پیٹھ میں چبھ رہی تھی۔

''اسے میرے قریب لاؤ۔''

ریوالور کی نال اور شدت سے املیگاس کی پیٹھ میں چبھنے لگی۔ وہ ایک قدم اور آگے بڑھا اور پھر رک گیا۔ حمید اور وہ ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ آخر املیگاس نے مسکرا کر اردو میں کہا۔ ''بُرے پھنسے فرزند....!''

''ہائیں....!'' حمید اچھل پڑا۔ آواز فریدی کی تھی۔

لوزاٹا نے قہقہہ لگایا۔ حمید گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کمرے میں تین دروازے تھے اور ہر دروازے میں ایک آدمی ریوالور لئے کھڑا تھا۔

''لاڈن....!'' لوزاٹا چیخا۔ ''اُسے میرے قریب لاؤ۔''

''ٹھہرو....!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''کیا تم مجھے عدنان سمجھتے ہو۔''

''اس سے بھی کمتر....!'' لوزاٹا نے مسکرا کر کہا۔

''اچھا تو چلو کوشش کرو۔'' فریدی لاپروائی سے بولا۔ ''شاید ایسی گردن تمہیں پہلے خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی ہو۔''

فریدی خود ہی اس کی طرف بڑھنے لگا۔ حمید نے سوچا کہ اب کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اس نے جھپٹ کر بیلا کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور انہیں اپنی گردن کی طرف کھینچتا ہوا بولا۔

''چلو تم میرا گلا گھونٹ دو.... میں تو اس بدصورت اندھے کے ہاتھوں مرنا پسند نہیں کروں گا۔''

بیلا ہاتھ چھڑانے لگی اور پھر اچانک حمید نے اس کی گردن دبوچ لی اور چیخ کر بولا۔

''لوزاٹا.... میں اس لڑکی کا گلا گھونٹنے جا رہا ہوں۔''

''چھوڑ دو.... چھوڑ دو....!'' تینوں مسلح آدمی بیک وقت چیخے۔

فریدی کی طرف بڑھے ہوئے لوزاٹا کے ہاتھ نیچے جھول گئے۔ بیلا بُری طرح مچل رہی تھی اور اس کے منہ سے گالیوں کا فوارہ جاری تھا۔

''میں بھی مر جاؤں گا۔ تم بھی مر جاؤ گی۔'' حمید ناک کے بل گنگنایا۔ ''پھر میں عالم ارواح میں تم سے کہوں گا آ مری جان مرے پاس دریچے کی قریب۔''

دفعتاً فریدی نے اچھل کر لوزاٹا کے پیٹ میں لات ماری اور وہ چیخ کر ڈھیر ہو گیا۔ بیک وقت تین فائر ہوئے لیکن شاید فریدی اس سے قبل ہی لوزاٹا کے برابر لیٹ گیا تھا۔

حمید سمجھا شاید فریدی رخصت ہو گیا۔ اس لئے اس نے مچلتی ہوئی لڑکی کا الوداعی بوسہ لے کر اُسے ایک ریوالور والے کی طرف اچھال دیا۔ وہ دونوں فرش پر آ رہے۔ بیلا بڑے زور سے چیخی پھر دو فائر ہوئے۔

فرش پر فریدی اور لوزاٹا گتھے ہوئے تھے۔ حمید گرنے والے کے ریوالور پر قبضہ کر چکا تھا۔ لیکن جب اس نے ایک آدمی کا نشانہ لے کر ٹریگر دبایا تو ریوالور پھٹ کر کے رہ گیا۔ وہ خالی تھا۔ گرا ہوا آدمی حمید پر ٹوٹ پڑا۔

بیلا بیہوش پڑی تھی.... اور اب حمید مطمئن تھا۔ اس نے فریدی کو لوزاٹا سے لپٹے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ بقیہ دو آدمی بے بسی سے انہیں گھور رہے تھے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ اگر وہ فریدی اور حمید پر گولی چلاتے تو لوزاٹا اور ان کے ایک ساتھی کے زخمی ہو جانے کا بھی احتمال تھا۔

اچانک ان میں سے ایک نے پیتل کا ایک وزنی گلدان اٹھا کر فریدی کے سر پر ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ حمید اس آدمی کو چھوڑ کر فریدی کی مدد کو لپکا۔ پھر ایک فائر ہوا۔ اگر حمید پھرتی سے بیٹھ نہ گیا ہوتا تو گولی اس کے سر سے گذر گئی ہوتی۔

فریدی تو گلدان کی ضربوں سے بیہوش ہو ہی چکا تھا....اس کے بعد حمید کی خاصی مرمت ہوگئی۔

''اتنا ہی کافی ہے۔'' لوزاٹا نے ہانپتے ہوئے کہا۔ جان سے مت مارو۔ ابھی ہمیں دیکھنا ہے کہیں عمارت کے گرد پولیس کا گھیراؤ نہ ہو۔ انہیں کہیں بند کردو۔ ان کے ساتھ تین لاشیں اور ہوں گی۔

فریدی کو ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ اور پیر بندھے ہوئے ہیں۔ کمرہ تاریک نہیں تھا۔ اسے اپنے قریب ہی ڈیگال، لیوکاس اور فوزیہ بھی نظر آئے۔ ان کے ہاتھ پیر بھی اسی طرح بندھے ہوئے تھے۔ حمید ذرا فاصلے پر تھا اور اُسے بھی ہوش آچکا تھا۔

''ڈیگال....! یہ سب محض تمہاری وجہ سے ہوا۔'' فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

''املیگاس....تم اس حال میں کیوں نظر آرہے ہو۔'' ڈیگال نے حیرت سے پوچھا۔

''میں فریدی ہوں۔''

ڈیگال اور اس کے ساتھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فریدی کو گھورنے لگے۔

''میں کہہ رہا تھا۔'' فریدی بولا۔ ''کہ یہ سب کچھ محض تمہاری وجہ سے ہوا۔ اگر تم مجھے پہلے ہی لوزاٹا کی قیام گاہ کا پتہ بتا دیتے تو یہ کبھی نہ ہوتا۔''

''میں نہیں جانتا تھا۔''

''تم بکتے ہو....تم نور جہاں کے لئے لوزاٹا سے سودا کر رہے تھے تم نے لوزاٹا کو دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے تمہیں ایک بھاری رقم نہ دی تو تم پولیس کو نور جہاں کے متعلق بتا دو گے۔ اور اپنی حفاظت کے لئے تم نے یہ شوشہ بھی چھوڑا تھا کہ دوسراغ رساں بھی نور جہاں کے متعلق پہلے ہی سے کچھ جانتے ہیں کیوں......کیا خیال ہے۔''

''یہ جھوٹ ہے۔'' ڈیگال بڑبڑایا۔

''اگر یہ جھوٹ ہے تو پھر تم تینوں آج ہی یہاں کیوں نظر آ رہے ہو۔ پہلے ہی اس حال کو کیوں نہیں پہنچے۔ لوزاٹا کی دانست میں صرف ہم پانچ ہی نور جہاں کے راز سے واقف ہیں۔ اس لئے شاید تھوڑی دیر بعد موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔''

''ڈیگال.... تم....!'' فوزیہ بڑبڑائی۔

''بے بی.... یہ جھوٹ ہے۔''

''فریدی کبھی لایعنی گفتگو نہیں کرتا۔'' فریدی نے کہا۔

''آپ یہاں پہنچے کس طرح تھے۔'' حمید نے پوچھا۔

''لمبی کہانی ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہم سچ مچ چوہوں کی سی موت کا انتظار کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔''

کوئی کچھ نہ بولا۔ فریدی چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ کمرہ زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ کمرے کے بجائے اُسے کوٹھڑی ہی کہنا مناسب ہوگا۔ اس میں صرف ایک دروازہ تھا اور کھڑکیاں نہیں تھیں۔ چھت سے ایک چالیس پاور کا بلب لٹکا ہوا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ لوزاٹا کو اہلیگاس کی بھی فکر ہوگی۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''شاید وہ مجھ سے پوچھے.... بس یہی ایک موقعہ میرے ہاتھ آ سکتا ہے.... ورنہ۔''

''اہلیگاس کہاں ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''میری قید میں۔''

فوزیہ ڈیگال کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی اور ڈیگال خاموش تھا۔

''آخر وہ اندھا آپ کو پہچان کیسے گیا۔ مجھے سخت حیرت ہے۔'' حمید نے کہا۔

''میں اس کی غیر معمولی قوتوں کا معترف ہوں۔ وہ کسی شکاری کتے ہی کی طرح اپنے آدمیوں کی بو پہچانتا ہے۔ آنکھوں سے محروم ہوجانے پر بعض لوگوں میں بے پناہ قوتیں عود کر آتی ہیں۔''

''کسی کو آپ کے یہاں آنے کا علم ہے کہ نہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''کسی کو بھی نہیں.... اس آدمی املیگاس سے مجھے یہاں کا پتہ معلوم ہوا تھا۔ چونکہ مجھے یقین نہیں تھا اس لئے میں نے پہلے تنہا ہی اطمینان کر لینا مناسب سمجھا۔''

''اب زندگی بھر اطمینان کرتے رہئے۔'' حمید بُرا سامنہ بنا کر بولا۔ ''آئی۔جی صاحب بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ آپ کریک ہیں.... یہ ضروری نہیں کہ ہر بار ہم بال بال بچ جائیں۔''

''نہ بھی بچیں تو کیا فرق پڑے گا۔''

''آپ کے کتے یتیم ہو جائیں گے۔''

اچانک دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ وہ چند لمحے اپنے قیدیوں کو گھورتے رہے پھر وہ فریدی کے قریب آئے اور اُسے اٹھانا چاہا۔

''دو آدمی اور لاؤ۔'' فریدی ہنس کر بولا۔

دونوں نے اپنا انتہائی زور صرف کر دیا لیکن فریدی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ آخر جھلا کر ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ فریدی نے جھلاہٹ میں کہنیاں ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کی اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں کی رسی کا ایک بل ڈھیلا ہو گیا ہو۔ وہ اٹھنے کی کوشش ترک کرکے چت لیٹ گیا۔ پاس کھڑے ہوئے آدمی نے اسے ٹھوکر ماری جسے اس نے اپنے جوتوں کے تلوؤں پر روک لیا۔ وہ ٹھوکریں مارتا رہا اور فریدی کا شغل بھی جاری رہا۔ اس کی ایک ٹھوکر بھی اس کے جسم پر نہیں پڑی اس دوران میں اس کے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔ پھر جیسے ہی وہ ٹھوکر مارنے کے لئے آگے بڑھا فریدی نے اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ جھٹکا لگتے ہی وہ اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ساتھی پر گرا....اور وہ دونوں بیک وقت زمین پر آ رہے۔

دوسرے لمحے میں فریدی ان کے اوپر تھا۔ اس کے پیر اب بھی بندھے ہوئے تھے۔ لیکن وہ تو زندگی اور موت کا سوال تھا۔ اگر اس کے ہاتھ بھی بندھے ہوتے تب بھی آخری جدوجہد کا خاتمہ کشت وخون ہی پر ہوتا۔ فریدی کے گھٹنے ایک کی گردن پر تھے اور دوسرے کی گردن پر اس کے ہاتھ تھے اور وہ اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا۔

زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دوسرے قیدیوں نے فریدی کو الگ ہٹتے دیکھا۔ وہ بڑی تیزی سے اپنے پیروں کی رسی کھول رہا تھا۔ دونوں آدمی بے حس و حرکت فرش پر چت پڑے تھے۔ کسی کے منہ سے آواز تک نہ نکلی خود حمید بھی فریدی کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ ہو۔

فریدی نے حمید کی رسیاں بھی کھول دیں۔ اب وہ دونوں کی جانب متوجہ ہوا۔ ان کے پاس سے ریوالور برآمد ہوئے۔ ایک اس نے حمید کی طرف اچھال دیا۔

''کیا.... یہ....'' حمید فرش پر پڑے ہوئے آدمیوں کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

''ہاں.... یہ گازالی کے پاس پہنچ گئے۔''

''کیا ہمیں نہیں کھولو گے۔'' ڈیگال مردہ سی آواز میں بولا۔

''تم مجرم ہو.... تم سے مراد تم اور لیوکاس۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ ''لڑکی کو کھول دو۔''

حمید اس کی طرف چلا ہی تھا کہ بیلا کمرے میں داخل ہوئی۔ فریدی نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر کے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ بس ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے بیلا کی روح قبض کر لی ہو۔ وہ پتھر کے مجسمے کی طرح بے حس و حرکت کھڑی تھی۔

''اسے باندھ لو....!'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''ارے ہائے.... ہائے.... اسے تو میں اپنی البم میں چپکاؤں گا'' حمید سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

''بدتمیزی نہیں جلدی کرو....!''

حمید نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے بھی ڈیگال کے پاس ہی ڈال دیا۔

پھر وہ فوزیہ کی رسیاں کھولنے کے لئے آگے بڑھا۔

''ٹھہرو....!'' فریدی نے کہا۔ ''ابھی رہنے دو.... آؤ میرے ساتھ۔''

انہوں نے کوٹھڑی سے نکل کر دروازہ مقفل کر دیا۔

''اب وہ بالکل تنہا ہوگا۔'' فریدی نے کہا۔

''کیوں....؟''

''جب میں یہاں آیا تھا لوزاٹا کے علاوہ صرف تین ہی مرد تھے دو کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ تیسرا غالباً باہر کمپاؤنڈ میں رکھوالی کر رہا ہوگا۔''

''ہوسکتا ہے کہ اس وقت کچھ باہر رہے ہوں۔''

''اہلیگاس کی دی ہوئی اطلاعات ابھی تک تو ٹھیک ثابت ہوئی ہیں۔'' فریدی نے کہا۔ ''آؤ''

وہ ایک ایک کمرہ دیکھتے پھر رہے تھے۔ آخر ایک کمرے میں لوزاٹا تنہا مل گیا۔ حالانکہ یہ دونوں دبے پاؤں وہاں تک پہنچے تھے لیکن لوزاٹا ٹہلتے ٹہلتے اچانک اس طرح رک گیا جیسے اُسے ان کی آہٹ مل گئی ہو۔ وہ دونوں دروازے سے ہٹ کر کھڑکی کے سامنے آ گئے۔ اب انہوں نے لوزاٹا کو بھی ادھر مڑتے دیکھا۔

''کمال ہے....!'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''تم دروازے پر ہی ٹھہرو۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''تیسرے آدمی کا خیال رکھنا۔''

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا اس نے لوزاٹا کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ دیکھی۔

''اہلیگاس کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''فضول ہے.... تھوڑی دیر بعد تم بھی اسی کے پاس ہو گے۔'' فریدی نے کہا۔

''میں....!'' لوزاٹا نے قہقہہ لگایا۔ ''تم مجھے اتنا مجبور سمجھتے ہو۔''

''میں تمہیں عدنان اور ایک مقامی آدمی کے قتل کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔'' فریدی آگے بڑھتا ہوا بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی پیشانی پر ایک ایسا زوردار گھونسا پڑا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ لوزاٹا نے ریوالور کی لئے جست لگائی اور فریدی اس خطرناک موقعے پر بھی اس کے بچے تلے انداز پر عش عش کئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ سچ مچ اندھیرے کا شہنشاہ تھا۔ لوزاٹا کے ساتھ ہی فریدی بھی ریوالور کے لئے جھپٹا تھا لیکن ریوالور اس کے ہاتھ نہ آ سکا۔ ان دونوں میں پھر زور آزمائی ہونے لگی۔ ریوالور

لوزاٹا کو بھی نہ مل سکا۔ فریدی نے ٹھوکر مار کر اسے دور پھینک دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد فریدی پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ لوزاٹا کو اس طرح بھی زیر کرنا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ لوزاٹا گتھے رہنے یا اُسے زیر کر لینے سے زیادہ بھاگ جانے کی فکر میں تھا۔ حمید بڑی دلچسپی سے انکی کشتی کا منظر دیکھ رہا تھا۔

اچانک لوزاٹا نے فریدی کے سر پر ایک زور دار ٹکر ماری اور فریدی کی گرفت ڈھیلی پڑگئی۔ لوزاٹا اچھل کر دروازے کی طرف بھاگا۔ فریدی کا سر چکرا گیا۔ لیکن اب اسے بھی سچ مچ غصہ آ گیا تھا۔ اس نے جھپٹ کر لوزاٹا کی ٹانگ پکڑلی اور وہ منہ کے بل اتنے زور سے فرش پر گرا کہ سارا کمرہ جھنجھنا اٹھا اُس نے اٹھنا چاہا لیکن فریدی اس کی ٹانگ مروڑنے لگا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو چیخ چیخ پڑتا.... کبھی وہ زمین پر ہاتھ ٹیک دیتا اور کبھی اس کے سر کا پچھلا حصہ بھڑ سے زمین پر گرتا۔

''اندھیرے کے شہنشاہ...... تمہیں تارے نظر آئے یا ابھی نہیں۔'' فریدی نے قہقہہ لگا کر پوچھا۔

لوزاٹا کچھ نہ بولا۔ اس کے ہونٹوں اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

''کیا تمہیں عدنان کی موت نہیں یاد آ رہی ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''مگر عدنان ہی کیوں تم نے اب تک سینکڑوں قتل کئے ہیں بتاؤ نور جہاں کہاں ہے.... بتاؤ ورنہ میں تمہارے پیٹ پر پوری قوت سے کھڑا ہو جاؤں گا۔''

''میرے پاس.... میرے سینے پر'' لوزاٹا گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا اور اس کے بعد اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی ایسا معلوم ہوا کہ مرتا ہوا بھینسا ڈکرا رہا ہو۔ ساتھ ہی اُسے ایک بڑی سی خون کی قے ہوئی اور اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ فریدی نے ٹانگ چھوڑ دی۔ لوزاٹا بے حس و حرکت فرش پر پڑا تھا۔

فریدی اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ آخر سینے پر اُسے کوئی سخت سی چیز محسوس ہوئی۔ اس نے اس کا گریبان پھاڑ ڈالا۔ سینے پر چمڑے کی چوڑی سی پٹی کسی ہوئی تھی۔ جس میں کئی جیب تھے۔

پھر حمید نے فریدی کی ہتھیلی پر ایک بڑا سا جگمگاتا ہوا ہیرا دیکھا۔

''یہ کیا....؟'' حمید بوکھلا کر بولا۔

''نور جہاں....!''

''کیا....؟ ارے.... یہ....!''

''ہاں فرزند! میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کسی خوبصورت سی لڑکی کی توقع نہ رکھو۔''

دوسری شام.... فریدی، حمید اور فوزیہ ہوٹل ڈی فرانس میں چائے پی رہے تھے۔

''آپ کو نور جہاں کے متعلق کیسے معلوم ہوا کہ۔'' فوزیہ نے فریدی سے پوچھا۔

''محض اپنی یادداشت کی بناء پر۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ڈیگال نے لوزاٹا کا تذکرہ کرتے وقت جب لندن میں کار ڈرائیو کرنے والا واقعہ بیان کیا تو میں نے فوراً ہی اندازہ لگالیا کہ نور جہاں کوئی عورت نہیں ہوسکتی کیوں کہ اسی نام کا ایک ہیرا بھی تھا اور وہ لندن میں اسی رات کو چرایا گیا تھا جس کی صبح لوزاٹا نے موٹر ڈرائیوری کی مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس اخبار میں اس چوری کی بھی خبر تھی اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ لوزاٹا اسی خاندان کا مہمان تھا جس کی ملکیت میں وہ ہیرا تھا۔ چسٹر فیلڈ خاندان، لہٰذا مجھے نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہ لگی۔ اب تم بتاؤ کہ عدنان کا اس سے کیا تعلق تھا۔''

''میں پہلے ہی بتا دیتی۔'' فوزیہ طویل سانس لے کر بولی۔ ''لیکن ڈیگال نے مجھے روک دیا تھا۔ اس نے کہا کہ اس سے والد مرحوم کی نیک نامی پر دھبہ لگے گا۔ اسی لئے اس رات لیوکاس نے مجھے بیہوش کر دیا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ کم بختوں کا اصل مقصد کیا ہے۔ خیر ہاں تو یہ ایک شرمناک بات ہے۔ لیکن مجھے بتانا ہی پڑے گا کہ وہ ہیرا والد مرحوم کے کہنے پر ہی چرایا گیا تھا۔ لوزاٹا کا کام ہی یہی تھا۔ معاملہ اسی ہزار پونڈ پر طے ہوگیا۔ والد مرحوم اس ہیرے کے

لئے اتنے بے تاب تھے کہ انہوں نے رقم پیشگی ہی دے دی۔ بعد کو کمبخت معاہدے سے پھر گیا۔ نہ صرف یہ کہ اس نے ہیرا خود رکھ لیا بلکہ اسی ہزار پونڈ بھی واپس نہیں کئے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ رقم تھوڑی نہیں تھی۔ خیر والد نے تو صبر کر ہی لیا تھا لیکن اس حرام زادے ڈیگال نے انہیں بہکایا.... کسی طرح اسے معلوم ہو گیا تھا کہ لوزاٹا انڈیا میں ہے.... وہ انہیں یہاں لایا۔''

''لیکن آخر لوزاٹا یہاں کیوں جھک مارنے آیا تھا....'' حمید نے کہا۔

''اوہ.... تم نہیں سمجھے۔'' فریدی بولا۔ ''ہیروں کی چوری اس کا خاص پیشہ تھا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ یہاں عنقریب جواہرات کی بین الاقوامی نمائش ہونے والی ہے۔''

''وہ پورے افریقہ کے لئے مصیبت تھا۔'' فوزیہ نے کہا۔ ''ایک طاقتور قبیلے کا مذہبی پیشوا ہونے کی بناء پر کوئی اس کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ حالانکہ اس کے سیاہ کارناموں سے سبھی واقف تھے۔ کیا وہ ابھی زندہ ہے۔''

''نہیں آج صبح ہسپتال میں مر گیا۔ اس کے پھیپھڑے پھٹ گئے تھے۔''

''آپ ہی کا کام ہے۔'' فوزیہ اُسے عجیب نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''آپ جیسا بے جگر آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔''

''اللہ آپکو یہ ہجڑی مبارک کرے۔'' حمید نے اردو میں کہا اور اپنا داہنا گال سہلانے لگا۔

ہوٹل سے واپسی پر حمید نے فریدی سے پوچھا۔ ''آپ نے املیگاس والا واقعہ نہیں بتایا۔''

''اوہ.... وہ بھی دلچسپ ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''جب ہم سانپوں کو پکڑنے کی تدبیر کر رہے تھے تو میں نے مالتی کی جھاڑیوں میں ایک سیاہ سا متحرک سایہ دیکھا اور یہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ ہمارا انجام دیکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی موجود ضرور ہوگا۔ میں تمہیں وہیں چھوڑ کر مالتی کی جھاڑیوں کی طرف رینگ گیا۔ وہاں املیگاس موجود تھا۔ میں نے اس پر جلد ہی قابو پالیا اُسے لے کر میں کار کی طرف آیا تو تم غائب تھے۔ مجبوراً مجھے دوسرے سانپ کو مارنا ہی پڑا۔

املیگاس کو گھر لا کر میں نے اس کی خاصی مرمت کی تب کہیں اس نے لوزاناٹا کی قیام گاہ کا پتہ بتایا۔ پہلے میں سمجھا تھا کہ شاید تم مجھے تنگ کرنے کے لئے کھسک گئے ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بیلا تمہیں وہاں سے کیونکر لے گئی۔''

''کلوروفارم....!'' حمید بڑبڑایا۔''مگر ہائے.... میں اس لڑکی کے لئے رنجیدہ ہوں۔ اس میں نزاکت بھی ہے اور درندگی بھی....کاش....!''

''اوہو....اگر شادی کا ارادہ ہوتو اسے سرکاری گواہ بنا کر بچالیا جائے گا۔''

''شادی....!'' حمید سر کھجاتا ہوا بولا۔''جہاں تک شادی کا سوال ہے مجھے اپنے باپ کی شادی میں بھی شبہ ہے۔''

اس پر فریدی نے وہ شاندار جھاپڑ رسید کیا کہ نتیجے کے طور پر اُسے خود اپنے ہی ہاتھ کی مالش کرنی پڑی کیونکہ وہ جھاپڑ حمید کی گال کی بجائے دیوار پر پڑا تھا۔

# تمام شد